

رمضان المبارک

فضائل و مسائل

مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ



عنوانات

14----- استقبالِ رمضان

23----- عباداتِ رمضان

24----- 1: تہجد کی فضیلت:

25----- وقت تہجد:

25----- تعداد رکعات تہجد:

27----- 2: سحری کی فضیلت:

28----- 3: روزہ کی فضیلت:

32----- 4: فرض نمازوں کی پابندی:

33----- 5: تلاوت قرآن:

34----- 6: توبہ و استغفار کی فضیلت:

35----- 7: صدقہ و خیرات کی فضیلت:

36----- 8: صبر و تحمل کی فضیلت:

36----- 9: نوافل کی فضیلت:

37----- نماز اشراق:

38----- نماز چاشت کی فضیلت:

تعداد رکعات نماز چاشت: ----- 39

چاشت کا وقت: ----- 40

نماز اوابین: ----- 40

مسائل روزہ ----- 42

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: ----- 44

روزہ ٹوٹ جاتا ہے صرف قضاء لازم ہے / کفارہ نہیں: ----- 45

قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں: ----- 47

تراویح کے فضائل و مسائل ----- 49

قیام رمضان: ----- 50

تراویح کسے کہتے ہیں؟: ----- 51

تراویح سنت مؤکدہ ہے: ----- 52

باجماعت نماز تراویح؛ تین راتیں: ----- 52

تعداد رکعات تراویح ----- 54

دلیل نمبر 1: ----- 54

جواب نمبر 1: ----- 54

جواب نمبر 2: ----- 58

جواب نمبر 3: ----- 59

دلیل نمبر 2: ----- 60

شبہ: ----- 61

جواب: ----- 61

محمد بن حمید الرازی رحمۃ اللہ علیہ: (م 248ھ) ----- 61

- 62 ----- عمر بن ہارون البلیغی رحمۃ اللہ علیہ: (م 294ھ) -----
- 63 ----- جائزہ: -----
- 64 ----- خلفاء راشدین اور تراویح: -----
- 65 ----- باجماعت تراویح کا اہتمام: -----
- 67 ----- تراویح کے ”سنت فاروقی“ ہونے کا مطلب: -----
- 68 ----- ایک سوال اور اس کا جواب: -----
- 68 ----- جواب: -----
- 69 ----- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تعدادِ رکعاتِ تراویح: -----
- 69 ----- 1: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ: -----
- 70 ----- جواب: -----
- 71 ----- 2: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ: -----
- 73 ----- تصحیح روایت سائب بن یزید: -----
- 73 ----- بعض شبہات کا ازالہ: -----
- 75 ----- 4: حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ: -----
- 75 ----- جواب نمبر 1: -----
- 76 ----- جواب نمبر 2: -----
- 77 ----- 5: حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ: -----
- 77 ----- 6: حضرت عبد العزیز بن رفیع رحمۃ اللہ علیہ: -----
- 78 ----- 7: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ: -----
- 79 ----- شبہ: -----
- 80 ----- خلاصہ روایات: -----

81 ----- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تعداد رکعات تراویح:

82 ----- 1: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ:

82 ----- 2: حضرت ابو عبد الرحمن السلمی رحمۃ اللہ علیہ:

83 ----- شبہ نمبر 1:

83 ----- جواب:

84 ----- شبہ نمبر 2:

85 ----- 3: حضرت ابو الحسناء رحمۃ اللہ علیہ:

88 ----- دیگر صحابہ و تابعین اور بیس رکعات تراویح:

90 ----- شبہ:

90 ----- جواب:

90 ----- حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ:

91 ----- امام ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ:

91 ----- چند شبہات کا ازالہ:

91 ----- شبہ نمبر 1:

91 ----- جواب:

92 ----- شبہ نمبر 2:

92 ----- جواب:

92 ----- سیدنا شتیر بن شکل رحمۃ اللہ علیہ:

93 ----- سیدنا ابو البقری رحمۃ اللہ علیہ:

93 ----- سیدنا سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ:

94 ----- سیدنا ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ:

- 94 ----- سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ:
- 95 ----- سیدنا علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ:
- 95 ----- سیدنا حارث رضی اللہ عنہ:
- 95 ----- شاگردان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:
- 96 ----- خلاصہ روایات:
- 96 ----- جمہور علماء کا موقف اور اجماع امت:
- 99 ----- بلاد اسلامیہ میں تعداد رکعات تراویح:
- 99 ----- اہل مکہ:
- 100 ----- اہل مدینہ:
- 101 ----- اہل کوفہ:
- 103 ----- اہل بصرہ:
- 103 ----- ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اور بیس رکعات تراویح:
- 103 ----- امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ:
- 104 ----- امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ:
- 104 ----- امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ:
- 105 ----- امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ:
- 105 ----- مشائخ عظام اور بیس رکعت تراویح:
- 105 ----- 1: شیخ ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ م 505ھ:
- 106 ----- 2: شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ م 561ھ:
- 106 ----- 3: شیخ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ م 973ھ:
- 106 ----- حریم شریفین اور بیس رکعات تراویح:

- 107 ----- خلاصہ کلام:
- 108 ----- غیر مقلدین کے موقف اور شبہات کی حقیقت:
- 108 ----- دلیل نمبر 1:
- 109 ----- جواب نمبر 1:
- 109 ----- جواب نمبر 2:
- 111 ----- جواب نمبر 2 پر اعتراض:
- 111 ----- جواب:
- 112 ----- دلیل نمبر 2:
- 112 ----- جواب:
- 113 ----- عیسیٰ بن جاریہ :
- 113 ----- یعقوب قتی :
- 114 ----- دلیل نمبر 3:
- 114 ----- جواب نمبر 1:
- 114 ----- جواب نمبر 2:
- 115 ----- دلیل نمبر 4:
- 116 ----- جواب 1:
- 118 ----- جواب 2:
- 118 ----- جواب 3:
- 119 ----- 1: علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ:
- 119 ----- 2: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ:
- 119 ----- 3: علامہ محمد بن علی النیموی رحمۃ اللہ علیہ:

تراویح کے چند متفرق مسائل ----- 120

- 120 ----- تراویح کی رکعات کا مسئلہ:
- 122 ----- اجماع امت:
- 122 ----- تسبیح تراویح کا مسئلہ:
- 125 ----- تراویح میں ختم قرآن:
- 126 ----- تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کا مسئلہ:
- 126 ----- نابالغ کی امامت کا مسئلہ:
- 127 ----- تراویح کی اجرت کا مسئلہ:

کیا بعض ائمہ احناف آٹھ تراویح کے قائل تھے؟ ----- 128

- 128 ----- سوال:
- 130 ----- الجواب بعون الوهاب:
- 130 ----- 1: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:
- 133 ----- 2: امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا شاذ قول:
- 134 ----- 3: امام ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:
- 135 ----- 4: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:
- 135 ----- 5: ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:
- 135 ----- 6: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:
- 137 ----- 7: علامہ عبد الحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:
- 139 ----- 8: علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:
- 141 ----- 9: مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

وتر کے مسائل ----- 142

- 1 وتر کا حکم: ----- 143
- احادیث مرفوعہ اور وجوب وتر: ----- 143
- آثار صحابہ اور وجوب وتر: ----- 145
- آثار تابعین اور وجوب وتر: ----- 146
- اقوال فقہاء اور وجوب وتر: ----- 146
- 2: تعداد رکعات وتر: ----- 147
- احادیث مرفوعہ اور تعداد رکعات وتر: ----- 147
- آثار صحابہ اور تعداد رکعات وتر: ----- 151
- آثار تابعین اور تعداد رکعات وتر: ----- 151
- اقوال فقہاء اور تعداد رکعات وتر: ----- 152
- 3: کیفیت وتر: ----- 153
- احادیث مرفوعہ اور کیفیت وتر: ----- 153
- آثار صحابہ اور کیفیت وتر: ----- 155
- اجماع امت اور کیفیت وتر: ----- 156
- وتر کی دوسری رکعت میں تشہد: ----- 156
- دعائے قنوت کے الفاظ: ----- 157
- قنوت قبل الركوع: ----- 158
- دعائے قنوت کے وقت رفع یدین: ----- 160
- 162: ایک رکعت وتر کا تحقیقی جائزہ -----
- دلیل نمبر 1: حدیث عائشہ بروایت سعد بن ہشام: ----- 162
- طرز استدلال: ----- 163

- جواب:----- 163
- ملوظہ:----- 164
- خلاصہ کلام:----- 164
- دلیل نمبر 2: حدیث عائشہ بروایت عروہ بن زبیر: ----- 165
- جواب:----- 166
- قرینہ نمبر 1:----- 167
- قرینہ نمبر 2:----- 167
- جواب 1:----- 168
- جواب 2:----- 168
- جواب 3:----- 169
- خلاصہ کلام:----- 169
- دلیل نمبر 4: حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا: ----- 169
- جواب:----- 170
- دلیل نمبر 5: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما: ----- 170
- جواب 1:----- 170
- جواب 2:----- 171
- جواب 3:----- 172
- دلیل نمبر 6: حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ: ----- 172
- جواب 1:----- 172
- جواب 2:----- 173
- خلاصہ کلام:----- 173

دلیل نمبر 7: حدیث امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: ----- 173

جواب: ----- 174

آخری بات: ----- 174

سجدہ تلاوت کے مسائل ----- 176

سجدہ تلاوت کا طریقہ: ----- 176

سجدہ تلاوت کے متفرق مسائل: ----- 176

سجدہ تلاوت کی تعداد: ----- 180

زکوٰۃ کے فضائل و مسائل ----- 181

زکوٰۃ کی فضیلت: ----- 181

صاحبِ نصاب کون ہے؟: ----- 182

وجوب کی شرائط: ----- 182

زکوٰۃ کے چند اہم مسائل: ----- 182

صلوٰۃ التبیح ----- 186

اعتکاف کے فضائل و مسائل ----- 188

چند ضروری مسائل: ----- 190

اعتکاف کی حالت میں جائز کام: ----- 192

ممنوعات و مکروہات: ----- 192

حاجاتِ طبعیہ: ----- 193

خواتین کا اعتکاف ----- 194

چند مثالیں: ----- 194

لیلۃ القدر... فضائل و مسائل ----- 197

لیلیۃ القدر کون سی رات ہے؟ ----- 198

لیلیۃ القدر میں فضول کاموں سے بچیں: ----- 198

199----- قضاۃ عمری کا مسئلہ

احادیث مبارکہ: ----- 200

اقوال صحابہ: ----- 201

اقوال فقہاء: ----- 202

جلیل القدر محدث کا دو ٹوک فیصلہ: ----- 204

205----- صدقۃ الفطر فضائل و مسائل

صدقۃ الفطر کا نصاب: ----- 205

ادائیگی کا وقت: ----- 205

صدقۃ فطر کی مقدار: ----- 205

صدقۃ کے مصارف: ----- 206

صدقۃ فطر کے متفرق مسائل: ----- 206

208----- نماز عید

تکبیرات عیدین میں رفع یدین: ----- 212

دلیل نمبر 1: ----- 212

دلیل نمبر 3: ----- 213

214----- شوال کے چھ روزے

چند مسائل: ----- 215

استقبالِ رمضان

اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایات اور رحم و کرم کا موسم بہار شروع ہونے لگا ہے رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ آپہنچا ہے۔ وہ دیکھیے! جنت کو مزید سجایا جا رہا ہے، عرش کے نیچے سے رحمت کی ہوائیں چلنے کو تیار ہیں، کچھ ہی دنوں میں جنت کے درختوں کے پتوں سے سریلی آوازیں سنائی دینے لگیں گی، حور عین بھی دست بدعا ہو کر عرض کرے گی: اے باری تعالیٰ! اس مہینے میں ہمیں وہ خوش نصیب تیرے بندے چاہئیں جن سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے اور ان کی آنکھوں کو ہماری وجہ سے سرور ملے ہر ایک روزہ دار کو حور عین عطا کی جا رہی ہے۔

رمضان کی یہ پہلی رات ہے فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں:

اس میں جنت کے سب دروازے کھول دیے جاتے ہیں پورا مہینہ ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور دوزخ کے سب دروازے پورے مہینے کے لیے بند کر دیے جاتے ہیں ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا، سرکش شیاطین و جن سب کو زنجیروں سے قید کر دیا جاتا ہے، ایک آواز دینے والا آسمان سے ہر رات طلوع فجر تک آواز لگاتا رہتا ہے: خیر اور بھلائی کے طلب گارو! اللہ کی طرف سے خیر کو قبول کرو اور خوش ہو جاؤ، برائی اور شر کے طلب گارو! رک جاؤ اور ہوش سے کام لو۔ پھر رب لم یزل کی صدائے بازگشت سماعتوں میں رس گھولنے لگتی ہے، کوئی ہے جو مغفرت طلب کرے؟ ہم اس کو بخش دیں۔ کوئی ہے جو توبہ کرے؟ ہم اس کی توبہ قبول کریں، کوئی ہے دعا

مانگنے والا؟ ہم پوری کرتے ہیں۔ کوئی ہے سوال کرنے والا؟ ہم عطا کرتے ہیں۔ ہر رات ساٹھ ہزار لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور عید الفطر کے دن پورے مہینے میں روزانہ ساٹھ ہزار کے بقدر جتنے لوگ بنتے ہیں ان سب کو ایک ہی دن جہنم سے چھٹکارا نصیب ہو جاتا ہے۔

یہ تو آسمانوں پر فیصلے ہو رہے ہوتے ہیں۔ اب زمین کی طرف آتے ہیں وجہ تخلیق کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجب کے مہینے سے ماہ رمضان کی تمنا شروع فرماتے: اللھم بارک لنا فی رجب و شعبان وبلغنا رمضان ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان نصیب فرما۔

بلکہ جب شعبان کا مہینہ آتا تو لسانِ نبوت سے یوں موتی بکھرتے اللھم هذا شعبان وبلغنا رمضان اے اللہ جیسے آپ نے ہم پر فضل و احسان کیا کہ ہمیں شعبان عطا فرمایا، اے اللہ! ہمیں رمضان کی مبارک ساعتیں بھی نصیب فرما۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو ماہ پہلے اپنے اس مبارک مہمان (رمضان) کا استقبال فرماتے اور جو نبی شعبان کی آخری رات آتی آپ اپنے جانثار صحابہ کو جمع فرماتے ان کے سامنے رمضان المبارک کی اہمیت، افادیت، خصوصیت، امتیازی حیثیت کا دلآویز تذکرہ فرماتے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کے ان فرامین کو نقل فرمایا ہے:

أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَطْلَقْتُكُمْ شَهْرَ عَظِيمٍ شَهْرَ مُبَارَكٍ شَهْرٍ فِيهِ لَيْلَةُ حَيَّرَ مِنْ أَلْفٍ شَهْرٍ جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِمَخْصَلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَذَى فَرِيضَةً قِيَامًا سِوَاهُ وَمَنْ أَذَى فِيهِ فَرِيضَةً كَانَ كَمَنْ أَذَى سَبْعِينَ فَرِيضَةً قِيَامًا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرُ يُرَادُ

رَزَقَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ فَطَرٍ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِدُنُوبِهِ وَعَنْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ
مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ قَالُوا: لَيْسَ كُلُّنَا بِحَدٍّ مَا يُفْطِرُ
الصَّائِمَ فَقَالَ: يُعْطَى اللَّهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَرَ صَائِمًا عَلَى تَمَرَةٍ أَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ أَوْ مَذَقَةٍ
لَبَنٍ وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ عَنْقٌ مِنَ النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ
مَمْلُوكِهِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ وَاعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ وَاسْتَكْبَرُوا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ: خَصَلَتَيْنِ
تُرْضَوْنَ بِهِمَا رَبُّكُمْ وَخَصَلَتَيْنِ لَا غِنَى بِكُمْ عَنْهُمَا فَأَمَّا الْخَصَلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضَوْنَ
بِهِمَا رَبُّكُمْ فَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَتَسْتَغْفِرُونَ لَهُ وَأَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنَى بِكُمْ عَنْهُمَا
فَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَتَعُوذُونَ بِهِ مِنَ النَّارِ وَمَنْ أَشْبَحَ فِيهِ صَائِمًا سَقَاهُ اللَّهُ مِنْ
حَوْضِي شَرْبَةٍ لَا يَظْمَأُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ.

(صحیح ابن خزیمہ: ج 2 ص 911 باب فضائل شہر رمضان - رقم الحدیث 1887)

ترجمہ: ”تم پر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا اور بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس
میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو
فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں
کوئی نیکی کر کے اللہ کا قرب حاصل کرے گا ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض کو
ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے گا وہ ایسا ہے جیسے غیر رمضان
میں ستر فرائض ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ لوگوں
کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو
شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ
سے خلاصی کا سبب ہو گا اور اسے روزہ دار کے ثواب کے برابر ثواب ہو گا مگر اس روزہ
دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا
رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (یہ ثواب پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) بلکہ اگر کوئی بندہ ایک کھجور سے روزہ افطار کر دے یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ لسی کا پلا دے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی یہ ثواب مرحمت فرمادیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام اور نوکر کے بوجھ کو ہلکا کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور آگ سے آزادی عطا فرماتے ہیں۔ اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت کیا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے لیے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے رب تعالیٰ شانہ (روزِ قیامت) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔“

آئیے ہم بھی اپنے اس مہمان مہینے کے استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں، محض جلے جلوسوں سے نہیں بلکہ اپنے دلوں میں عبادات کا شوق پیدا کریں اور ہادی برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اذہان و قلوب میں رچا بسا کر پر عزم ہو جائیں کہ ہم سب نے اس رمضان میں اپنی مغفرت کے تمام اسباب خلوص دل اور خلوص نیت سے اختیار کرنے ہیں۔ چنانچہ

جو نہی ہم ماہ رمضان کے چاند کو دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ اِهْلُهُ عَلَيْنَا بِالْيَمِينِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى رَبَّنَا وَرَبُّكَ اللهُ
”اے اللہ! اس چاند کو ہم پر برکتِ ایمان، خیریت اور سلامتی والا کر دے اور (ہمیں)

توفیق دے اس (عمل) کی جو تجھے پسند اور مرغوب ہو (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔“

اب ہمیں احساس ہونا چاہیے کہ ہم پورا مہینہ اس ماہ مبارک کی دل و جان سے قدر کریں اور اس کے تقاضوں کو شرائط و آداب کے ساتھ پورا کریں۔ یاد رکھیں توبہ و استغفار کی کثرت کریں، ذوق شوق سے تراویح کی بیس رکعات ادا کریں، تین رکعات وتر ادا کریں اور خوب دعائیں مانگ کر جلد سو جائیں تاکہ صبح سحری کے وقت اٹھنے میں دقت اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سوتے وقت کی دعا پڑھیں **اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا**۔ اے اللہ! میں تیرے ہی نام سے سوتا ہوں اور (تیرے ہی نام سے) اٹھتا ہوں۔“ سورۃ ملک پڑھیں اور آیۃ الکرسی بھی پڑھ لیں سنت کے مطابق دائیں پہلو پر سو جائیں۔

جب سحری کا وقت آجائے ہشاش بشاش ہو کر چُستی سے اٹھ جائیں، گھر والوں کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹائیں، وضو کریں، تہجد ادا کریں، بلکہ کوشش کریں کہ تہجد ہمارا زندگی بھر کا معمول بن جائے، حدیث پاک میں ہے: **افضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل**۔ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے سحری ضرور کھائیں کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تاکید کے ساتھ ہمیں حکم دیا ہے اور اس کو برکت والا کھانا قرار دیا ہے **تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحَرِ بَرَكَهً**، بچوں کو بھی اس کی عادت ڈالیں صحابہ کرام کی زندگی میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ کھانا کھالینے کے بعد اگر وقت باقی ہے تو تلاوت قرآن کریں، ذکر اذکار کریں، توبہ استغفار کریں، دعاؤں کا اہتمام کریں، مرد حضرات مساجد میں آکر تکبیر اولیٰ کے ساتھ نمازیں ادا کریں، اگر مسجد میں درس قرآن یا خلاصۃ القرآن کی ترتیب ہو تو اس میں ضرور

شرکت کریں ورنہ باہمی مشاورت سے کسی مستند عالم سے درخواست کریں کہ وہ آپ کو روزانہ درس قرآن دے۔ نماز فجر کے بعد اشراق تک ذکر اذکار میں مصروف رہیں نماز اشراق پڑھیں، حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اجر ایک مکمل حج یا عمرے کے برابر ہے۔

مساجد میں شور و غل سے پرہیز کریں کیونکہ یہ عمل نیکیوں کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ مسجد سے واپس آکر اپنے کام کاج میں مصروف ہو جائیں، کوشش کریں آپ کی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکلے، بلکہ حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر کوئی آپ کو غلط بات کہہ بھی دے لڑائی جھگڑا کرنے کی کوشش کرے تو آپ کہہ دیں انی صائمہ میں روزے سے ہوں۔ پورا دن اپنی زبان، آنکھ، کان اور تمام اعضاء کی حفاظت کریں۔

زبان کو جھوٹ، غیبت، بہتان، چغلی، الزام تراشی، گالی گلوچ، گانے اور فضول گوئی سے پاک رکھیں اور نہ ہی زبان کے نشتر سے کسی کا دل دکھائیں، کسی کی ہتک عزت، بے عزتی اور رسوائی نہ کریں۔

آنکھ کو حرام امور بچائیں۔ فلم، گانے، میوزک، ڈانس، بدنظری، نامحرم کی طرف دیکھنے سے پاک رکھیں۔ کان کو غیبت سننے، گانا سننے، فضول گوئی سننے اور نامحرم کی باتیں بلاوجہ سننے سے پاک رکھیں دل کو حسد، بغض، کینہ، عداوت، نفرت، تکبر، غرور اور بڑائی سے صاف رکھیں، باہمی رنجشیں دور کریں، کسی سے بول چال ختم تھا تو اس سے شروع کریں، قطع رحمی سے باز آئیں، صلہ رحمی کو عام کریں۔ ورنہ حدیث مبارک میں آتا ہے بہت سارے لوگوں کو سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا: صحیح بخاری میں ہے: من لم يدع قول الذور والعمل به فليس لله حاجة

فی ان یدع طعامہ وشرابه۔

دن بھر تلاوت قرآن کثرت سے کریں، قرآن کریم کے ہم پر درج ذیل پانچ بنیادی حقوق ہیں:

1: ایمان لانا: اس بات پر کہ واقعی یہ اللہ کی طرف سے بواسطہ جبریل حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور تحریف و تبدیل سے پاک ہے، اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے، اس میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب بلا ریب سچ ہے۔

2: تلاوت کرنا: یعنی کو اس کو پڑھنا باعث ثواب ہے اور قرآن کا ہم پر حق بھی ہے۔

3: غور و خوض: اس کے ادا اور نواہی کو سمجھنا کہ قرآن ہمیں فلاں موقع پر کیا حکم دیتا ہے، اس میں موجود فلاح پانے اقوام کے واقعات سے سبق حاصل کرنا اور تباہ شدہ اقوام کے واقعات سے درس عبرت حاصل کرنا۔

4: عمل کرنا: قرآن میں جو کچھ ہے اس پر عمل کرنا۔ بس اتنی بات ہمیشہ ذہن میں رہے کہ جہاں منسوخ آیات ہیں ان کی محض تلاوت کی جاسکتی ہے ان پر عمل کرنے سے شریعت نے خود روک دیا ہے۔

5: تبلیغ، تحفیظ اور تنفیذ: یعنی اس کی اشاعت و تحفظ اور نفاذ کی ہر ممکن کوشش کرنا۔

ان حقوق کی مکمل رعایت رکھ کر تلاوت کریں مستحب یہ ہے با وضو ہو کر، خوشبو لگا کر قبلہ رو ہو کر با ادب سوچ سمجھ کر تلاوت کریں، بعض امور کو بالکل نظر انداز نہ کریں سجدہ تلاوت کے احکام ہم نے ذکر کر دیے ہیں ان کا خیال رکھیں، اگر آپ ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہوں تو درج ذیل تراجم و تفاسیر پڑھیں۔

تفسیر عثمانی..... از علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

معارف القرآن..... از مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ

معالم العرفان فی دروس القرآن..... از صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ
آسان ترجمہ قرآن..... از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی
یاد رکھیں کسی گمراہ بدعتی عالم اور غیر مستند لوگوں کے تراجم کا مطالعہ بسا
اوقات آپ کے عقائد کو برباد کر سکتا ہے اس لیے سے پرہیز کریں۔
آپ کے گھروں، دفاتر اور زمینوں پر جو ملازمین ہیں ان کے کام میں تخفیف
کریں، تمام نمازیں وقت پر ادا کریں، افطاری تیار کرنے میں گھر والوں کے ساتھ مل کر
کام کریں، ان کو بالکل نہ ڈانٹیں، بلکہ اگر کبھی خلاف مزاج کوئی معاملہ سامنے آئے تو
عفو و درگزر سے کام لیں۔ افطار کرانے کا معمول بنائیں۔ کیونکہ حدیث میں اس کی بہت
فضلیت آئی ہے۔

افطار کے وقت شور و غل اور بچگانہ حرکتیں مساجد کے تقدس کو پامال کرتی
ہیں اس سے سختی سے پرہیز کریں۔ نماز مغرب کے بعد چھ رکعات اوابین کا معمول
بنائیں۔ حدیث مبارک میں ہے جس نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور ان کے
درمیان کوئی بری بات نہیں کی تو اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

بلکہ حفاظ صاحبان کے لیے اوابین میں اپنی منزل پڑھ لینا زیادہ بہتر ہے نماز
عشاء کی مکمل تیاری کریں، اذان ہوتے ہی مسجد میں پہنچ جائیں، خشوع خضوع سے نماز
ادا کریں، نماز تراویح کے لیے تیز رفتار حفاظ کی بجائے خوش الحان ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے
سے والے قاری صاحبان کو منتخب کریں۔ کیونکہ تراویح رمضان المبارک کی بہت اہم
عبادت ہے۔ بے شعور قوم والی عادات سے خود کو بچائیں، جو مساجد میں خصوصاً تراویح
کے وقت بیٹھے رہتے ہیں، فون کالز اور میسجز کرتے رہتے ہیں، پانی پینے کا بہانہ بنا کر اپنا
وقت اور ثواب واجر ضائع کرتے رہتے ہیں اور جب امام رکوع میں جاتا ہے تو بھاگ کے

رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں۔ خوب گڑ گڑا کر دعائیں مانگیں، اپنے لیے، گھر والوں کے لیے، اپنے ملک کے لیے، پوری قوم بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے۔

اس کے بعد جلد گھر واپس آئیں، اپنی حاجات طبعیہ سے فارغ ہو کر سونے سے قبل تھوڑی دیر کے لیے اپنا محاسبہ کریں، پورے دن میں جتنے اچھے کام کیے ہیں اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور جو خلاف شرع کام سرزد ہوئے ان سے توبہ کریں۔ یعنی ندامت کے احساس کے ساتھ وہ کام فی الفور چھوڑ دیں آئندہ نہ کرنے کا پکا عزم کریں۔ جلد سو جائیں تاکہ صبح جلد اٹھیں اور اپنے معمولات صحیح طور پر ادا کر سکیں رمضان میں صدقہ خیرات دل کھول کر کریں، زکوٰۃ ادا کریں (ہم نے اس کی مکمل تفصیل لکھ دی ہے) آخری عشرہ میں اعتکاف کریں، سب سے زیادہ بہتر یہ ہے اپنے شیخ اور مرشد کے ہاں جا کر اعتکاف کریں تاکہ اجر و ثواب بھی ملتا رہے اور ظاہری و باطنی ترقیات بھی نصیب ہوں، شیخ کی صحبت بھی زیادہ میسر ہو۔

لیلیۃ القدر کی تلاش میں بہتر عمل اعتکاف ہے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کریں، صدقہ فطر اور زکوٰۃ کے حوالے سے اہلیانِ مدارس بالخصوص آپ کا اپنا دینی ادارہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ جو قرآن و سنت اور فقہ کی اشاعت و تحفظ کا عالمی ادارہ ہے کو ضرور یاد رکھیں۔ نماز عید الفطر کی تیاری کریں، خود بھی نئے اور اچھے کپڑے سلوائیں اور بچوں کے لیے بھی، نماز عید الفطر ادا کریں، اور خوب دعائیں کریں۔

نوٹ: اگر آپ صاحبِ نصاب ہیں تو رمضان میں عمرہ کریں، حدیث پاک میں ہے کہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے صحیح مسلم میں ہے عمرہ فی رمضان تعدل حجة۔ (صحیح مسلم باب فضل العمرۃ فی رمضان رقم الحدیث: 1256)

عباداتِ رمضان

رمضان المبارک کو دیگر تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس مہینہ میں اللہ رب العزت کی رحمتوں، عنایات اور کرم نوازیوں کی عجیب شان ہوتی ہے۔ انہی برکات کا یہ ثمرہ ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ج 1، ص 173 کتاب الصوم - الفصل الاول)

اس مہینہ میں عبادات و ریاضات کا عالم کیسا ہونا چاہیے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث پر نظر ڈالیے، فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مَنَئِرَهُ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ حَتَّى يَنْسَلِخَ.

(شعب الایمان للبیہقی: ج 3 ص 310 فضائل شہر رمضان)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر ہمت کس لیتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

لیکن جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا.

(صحیح مسلم: ج 1، ص 372، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دس دنوں میں جو کوشش فرماتے وہ باقی دنوں میں نہ فرماتے تھے۔

رمضان المبارک میں چونکہ اجر و ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے اس لیے جتنی بھی عبادات انسان کر سکتا ہو ضرور کرے۔ روزمرہ کی چند عبادات کو مستقل مزاجی اور اعتدال اور اطمینان سے کیا جائے تو ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

1: تہجد کی فضیلت:

نماز تہجد کو اپنی پوری زندگی کا معمول بنانا چاہیے، ورنہ کم از کم رمضان المبارک میں تو اسے ہر حال میں ادا کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ ان دنوں میں ہمارے پاس اس کو ادا کرنے کا کافی وقت ہوتا ہے اور انسان کے دل میں ہدایت و روحانیت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ چند احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ۔

(جامع الترمذی ج 1 ص 99 باب ماجاء فی فضل صلوۃ اللیل)

ترجمہ: فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا تَرَى ظُهُورَهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ وَأَطَعَمَ الطَّعَامَ وَأَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامَ۔

(جامع الترمذی ج 2 ص 19 باب ماجاء فی قول المعروف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ تو ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے رسول! یہ بالا خانے کن لوگوں کے لئے ہوں گے؟ تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے جو اچھا کلام کرے، (مسکینوں کو) کھانا کھلائے، ہمیشہ روزے رکھے اور رات کو نماز پڑھے جب دوسرے لوگ سو رہے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان سے دنیا کی طرف نزول کر کے فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش اور مغفرت طلب کرے کہ میں اسے بخش دوں؟“ (صحیح بخاری)

ایک اور حدیث مبارک میں ہے: ”اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصہ میں بندے سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس اگر ہو سکے تو تم ان بندوں سے ہو جاؤ جو اس مبارک وقت میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔“ (جامع الترمذی)

وقت تہجد :

نماز تہجد کا وقت آدھی رات کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ عشاء پڑھ کر سو جائے، پھر اٹھ کر نماز تہجد ادا کرے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتی ہیں۔

كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُومُ آخِرَهُ فَيُصَلِّي ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ إِلَى فَرَاشِهِ۔

(صحیح البخاری باب من نام اول اللیل واجبی آخرہ)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے شروع حصہ میں نیند فرماتے اور آخری حصہ میں بیدار ہوتے اور نماز ادا فرماتے۔ پھر اپنے بستر پر واپس آ جاتے۔

تعداد رکعات تہجد :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تہجد کی رکعات کے بارے میں مختلف تھی۔ چار، چھ، آٹھ، دس رکعات تک بھی منقول ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِكُمْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِرُ؟ قَالَتْ بِأَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ وَلَمْ يَكُنْ يُؤْتِرُ بِأَكْثَرِ مِنْ ثَلَاثٍ عَشْرَةً وَلَا أَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ.

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 200 باب فی صلوة اللیل)

ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن ابوقیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا چار اور تین کے ساتھ، چھ اور تین کے ساتھ، آٹھ اور تین کے ساتھ آپ کی وتر (مع تہجد) کی رکعتیں نہ تیرہ سے زیادہ ہوتی تھیں اور نہ سات سے کم۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيهِِنَّ الْوُتْرُ.

(صحیح ابن خزیمہ ج 1 ص 577 رقم الحدیث 1167)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعت پڑھتے تھے، ان میں وتر بھی ہوتی تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بَعْدَ الْعَتَمَةِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

(صحیح ابن خزیمہ ج 1 ص 576 رقم الحدیث 1165)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

فائدہ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ بالا رکعات مختلف اوقات میں پڑھتے تھے، لیکن اکثر معمول آٹھ رکعت تہجد کا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى

اِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً۔ (صحیح البخاری ج 1 ص 154 باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر)

2: سحری کی فضیلت:

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس ذات نے ہمیں جسمانی ضروریات کو پورا کرنے پر اجر و ثواب عنایت فرماتے ہیں۔ سحری بھی ہماری ان جسمانی ضروریات میں سے ایک ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام اور برکت سے نوازتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحْرِ بَرَكَتًا سحری کیا کرو، کیونکہ سحری کرنے میں یقیناً برکت ہے۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَصَلِّ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ؛ أَكَلَةُ السَّحْرِ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے کھانے کے بارے میں فرمایا: إِنَّهَا بَرَكَتٌ أَعْطَاكُمْ اللَّهُ إِيَّاهَا، فَلَا تَدَعُوهَا (سحری والی) برکت جو اللہ نے تم لوگوں کو عطا کی ہے اسے چھوڑو نہیں۔ (سنن نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: تَسَحَّرُوا وَلَوْ بِجُرْعَةٍ مَاءٍ سحری ضرور کرو خواہ ایک گھونٹ پانی سے ہی کرو۔ (صحیح ابن حبان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ وَالْمَلَائِكَةَ يَصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ بے شک سحری کرنے والوں پر اللہ رحمت کرتا ہے اور اللہ کے فرشتے دُعا

(صحیح ابن حبان)

ان کے لیے کرتے ہیں۔

3: روزہ کی فضیلت:

روزہ رمضان المبارک کی بہت اہم عبادت ہے اس کے فضائل پر مشتمل چند

احادیث پیش خدمت ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمْسَ خَصَالٍ فِي رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهَا أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ خُلُوفٌ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَتَسْتَعْفِرُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُفْطَرُوا وَيُزَيِّنَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتُهُ ثُمَّ يَقُولُ يَوْشِكُ عِبَادِي الصَّالِحُونَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمْ الْمُنُونَةَ وَالْأَذَى وَيَصِيرُوا إِلَيْكَ وَيُصَفَّدَ فِيهِ مَرَدَّةُ الشَّيَاطِينِ فَلَا يَخْلُصُوا إِلَى مَا كَانُوا يَخْلُصُونَ إِلَيْهِ فِي غَيْرِهِ وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدَرِ؟ قَالَ لَا وَلَكِنَّ الْعَامِلَ إِنْ مَاتَ فِي أَجْرِهِ إِذَا قُضِيَ عَمَلُهُ.

(مسند احمد: ج 8 ص 30 رقم الحديث 7904)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کو رمضان شریف میں پانچ چیزیں خاص طور پر دی گئیں ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں دی گئیں:

(۱) ان کے منہ کی بوالہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲) ان کیلئے فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ افطار کے وقت تک دعا کرتے ہیں۔

(۳) جنت ہر روز ان کیلئے سجا دی جاتی ہے۔ پھر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے مشقتیں اپنے اوپر سے ہٹا کر تیری طرف آئیں گے۔

(۴) اس مہینہ میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اور لوگ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں جاسکتے ہیں۔

(۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کیا یہ شب قدر ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو مزدوری کام ختم ہونے کے وقت دی جاتی ہے۔
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُحْصَةٍ وَرَخْصَةٍ لَعَنَ اللَّهُ لَعْنَةً يَفُضُّ عَنْهُ صِيَامَهُ الدَّهْرَ.

(مسند احمد: ج 9 ص 346، رقم الحدیث 9870)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک دن رمضان کا روزہ چھوڑ دے اور پھر تمام عمر کے روزے بھی رکھے تو اس ایک روزے کا بدل نہیں ہو سکتا۔

قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الصَّوْمُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَنْجُرْ فِيهَا.
(سنن نسائی: ج 1 ص 311 باب فضل الصيام)

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: روزہ انسان کے لئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

فائدہ: ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے اور روزہ پھاڑ ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ، غیبت اور اس قسم کے ناجائز کام کیے جائیں۔ لہذا روزہ کے حقیقی فوائد اور ثمرات اس وقت حاصل ہوں گے جب انسان ان گناہ کی چیزوں اور لالچوں سے بچا رہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَرُدُّ دَعَاؤُهُمْ؛ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ فَوْقَ

الْغَمَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ بِعِزَّتِي لَا أَقْصُرُ ثَنَّاكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ۔ (مسند احمد بن حنبل: ج 9 ص 298 رقم الحدیث 9703)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی؛ ایک روزہ دار کی جب وہ روزہ افطار کرتے وقت مانگتا ہے، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم انسان کی جس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ (اے بندے!) میں تیری ضرور مدد کروں گا، گو (کسی مصلحت کی وجہ سے) کچھ دیر ہو جائے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ حُجْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْضُرُوا الْمُنْبَرِ فَخَضَرْنَا. فَلَمَّا ارْتَفَى دَرَجَةً قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَفَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَفَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ مِنَ الْمُنْبَرِ قَالَ: فَقُلْنَا لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ سَمِعْنَا الْيَوْمَ مِنْكَ شَيْئًا لَمْ نَكُنْ نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بَعْدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَقُلْتُ: آمِينَ فَلَمَّا رَفِئْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بَعْدَ مَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَفِئْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بَعْدَ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدِيهِ الْكَبِيرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا، فَلَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ - أَظُنُّهُ قَالَ - فَقُلْتُ: آمِينَ۔ (شعب الایمان للبیہقی: ج 2 ص 214 باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

ترجمہ: کعب بن حجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ (قریب قریب) حاضر ہو گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پہلے زینہ پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب

دوسرے زینہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین، جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ علیہ السلام خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت جبرئیل میرے پاس آئے تھے۔ جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہیں ہوئی، میں نے کہا: آمین، پھر جب میں دوسرے زینے پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین، جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کی حالت میں آئیں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں، میں نے کہا: آمین۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ذَاكِرُ اللَّهِ فِي رَمَضَانَ يُغْفَرُ لَهُ وَسَائِلُ اللَّهِ فِيهِ لَا يَجُوبُ.

(شعب الایمان للبیہقی: ج 3 ص 311 فضائل شہر رمضان)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے، اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا بے مراد نہیں رہتا۔“

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 4 ص 240)

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی غازی کو سامانِ جہاد دیا، اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔“

4: فرض نمازوں کی پابندی:

نماز اہم العبادات ہے، اس کی پابندی ضروری ہے، بے شمار آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس کی فضیلت ثابت ہے چند احادیث پیش خدمت ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے نماز کی پابندی کی تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور، حجت اور نجات کا سبب بنے گی“ (مشکوٰۃ شریف) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ پت جھڑ کے موسم میں باہر تشریف لے گئے اور ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑ کر ہلایا جس کی وجہ سے درخت سے پتے جھڑنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! ابوذر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا دیکھو جب کوئی مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی اور رضا کا طالب بنتا ہے تو اس کے گناہ اسے طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

(مسند امام احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ تو کسی کے دروازے پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرتا ہو کیا اس کے بدن پر میل پکیل رہ جائے گی؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے سبب خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

فقہ امت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کو بندے کا کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔

(صحیح بخاری)

5: تلاوت قرآن:

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے بہت نسبت ہے۔ اسی مبارک مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں حضرت جبریل امین سے قرآن کریم کا دور (سننا اور سننا) فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ۔ قرآن مجید پڑھو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لیے سفارش کرے گا۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن میں ماہر ہے وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہو گا اور جو شخص قرآن اٹک اٹک کر مشقت کے ساتھ پڑھتا ہے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ (متفق علیہ)

حدیث پاک ہے کہ صاحب قرآن سے قیامت کے روز کہا جائے گا: قرآن مجید کی تلاوت اس طرح کرو جیسے دنیا میں ترتیل (ٹھہر ٹھہر کر) سے کرتے تھے اور بلند منازل طے کرتے جاؤ۔ جنت میں تمہارے لیے وہ جگہ متعین ہوگی جس جگہ آخری آیت کی تلاوت پر تمہاری سانس رکے گی۔ (جامع الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لَا تَجْعَلُوا بَيْتَكُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفَرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي يَقْرَأُ فِيهِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ۔ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ البقرۃ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جو دائمی ہو اگرچہ مقدار میں تھوڑا ہی کیوں ناہو۔ حدیث مبارک کے پیش نظر

آپ کی سہولت کے لیے تلاوت کلام پاک کے حوالے سے ایک نقشہ پیش کیا جا رہا ہے

وقت	تلاوت کی مقدار	30 دنوں میں
30 منٹ (آدھ گھنٹہ) روزانہ	ایک پارہ	ایک ختم قرآن
60 منٹ (ایک گھنٹہ) روزانہ	دو پارے	دو ختم قرآن
90 منٹ (ڈیڑھ گھنٹہ) روزانہ	تین پارے	تین ختم قرآن
120 منٹ (دو گھنٹے) روزانہ	چار پارے	چار ختم اور آٹھ سپارے
150 منٹ (اڑھائی گھنٹے) روزانہ	پانچ پارے	چھ ختم قرآن

اگر مستقل مزاجی سے تلاوت کی جائے تو اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے۔

6: توبہ و استغفار کی فضیلت:

ہم فرشتے بھی نہیں کہ کبھی ہم سے گناہ نہ ہو اور ہمیں شیطان کی طرح ہمیشہ گناہ بھی نہیں کرتے رہنا چاہیے بلکہ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ استغفار کرنی چاہیے تاکہ آئندہ کے لیے ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں سے بچ سکیں۔ تاہم اگر بار بار بھی توبہ ٹوٹ جائے تب بھی ہمیں ناامید نہیں ہونا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ، لَا أَبْرَحُ أُعْوِي عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ. قَالَ الرَّبُّ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أَزَالُ أَعْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُونِي. (مسند احمد)

شیطان نے (بارگاہِ الہی میں) کہا: (اے باری تعالیٰ!) مجھے تیری عزت کی قسم! میں تیرے بندوں کو جب تک ان کی جسموں میں روحيں باقی رہیں گی گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: مجھے بھی اپنی عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے یعنی بخشش مانگتے رہیں گے میں انہیں بخشتا

”رہوں گا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے بہت سی لغو باتیں کیں تو وہ اٹھنے سے پہلے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ اے اللہ میں تعریف کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ کہے تو ان لغو باتوں سے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔“ (جامع الترمذی)

7: صدقہ و خیرات کی فضیلت:

رمضان المبارک میں جہاں اور اعمال کا اجر بڑھ جاتا ہے اسی طرح صدقہ و خیرات کا اجر و ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔ چند احادیث مبارک پیش خدمت ہیں:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جَبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ. (صحیح البخاری: ج 1 ص 3 باب کیف كان بدء الوحي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو د و سخا میں تمام انسانوں سے بڑھ کر تھے، اور رمضان المبارک میں جبکہ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آتے تھے آپ کی سخاوت بہت ہی بڑھ جاتی تھی، جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ کے پاس آتے تھے، آپ سے قرآن کریم کا دور کرتے تھے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاضی و سخاوت اور نفع رسانی میں با درِ رحمت سے بھی بڑھ کر ہوتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں صدقہ کرنا افضل ہے۔ (جامع الترمذی)

نوٹ: اس مہینہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور وجوبی صدقات تو ادا کرنا تو انسان کے ذمہ ہیں ان کے ساتھ ساتھ کوشش کرنی چاہیے کہ نفلی صدقات کا اہتمام بھی کیا جائے۔ کسی نادار روزہ دار کا روزہ افطار کرانا، کسی محتاج کی مدد کرنا، کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا، یتیم اور بیواؤں کا خیال رکھنا وغیرہ ایسی نیکیاں ہیں کہ انسان ان کو اس ماہ مقدس میں ضرور ادا کرے۔

8: صبر و تحمل کی فضیلت:

رمضان المبارک میں روزوں کی وجہ سے خشکی آجاتی ہے اور مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے اس لیے ایسے موقع پر اپنے آپ پر قابو پانا اور صبر سے کام لینا بہت ضروری ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ صبر و تحمل تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں۔ صبر میں غصہ اور اشتعال کو روکا جاتا ہے اور تحمل میں غصہ اور اشتعال کو برداشت کیا جاتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ پر قابو پانے والے بردبار اور حلیم مزاج شخص کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: پہلوان وہ شخص نہیں جو غصے کے وقت لوگوں کو بچھاڑ ڈالے بلکہ پہلوان تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر کنٹرول کرے۔

9: نوافل کی فضیلت:

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ رمضان المبارک میں نوافل کا ثواب

فرضوں کے ثواب تک جا پہنچتا ہے۔ اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ فرائض کے علاوہ سنن اور نوافل کا بھی ذوق شوق سے اہتمام کریں۔

نماز اشراق :

نماز اشراق کا وقت سورج طلوع ہونے کے پندرہ، بیس منٹ بعد شروع ہو جاتا ہے۔ دو یا چار رکعت پڑھی جاتی ہیں، جن کا ثواب ایک حج و عمرہ کے برابر ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَامَّةٌ تَامَّةٌ تَامَّةٌ

(سنن الترمذی ج 1 ص 130 باب ما ذکر مما يستحب من الجلوس في المسجد)

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی، پھر وہیں اللہ کا ذکر کرنے بیٹھ گیا یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں تو اس کے لئے ایک مکمل حج اور عمرہ کا ثواب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ”مکمل“ کا لفظ تین بار ارشاد فرمایا۔

عَنْ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِي مَجْلِسِهِ يَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ قَالَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَلْفَحَهُ أَوْ تَطْعَمَهُ

(شعب الایمان للبیہقی ج 3 ص 85)

ترجمہ : حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی نماز پڑھی پھر اپنی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگا یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ آگ پر حرام کر دیں گے کہ اسے کھائے۔“

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی روایت مروی ہے: ثُمَّ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ اَوْ اَرْبَعَ رُكْعَاتٍ۔ پھر وہ دو رکعتیں پڑھے یا چار رکعات۔

(الترغیب والترہیب للمذری ج 1 ص 178)

نماز چاشت کی فضیلت :

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الضُّحَى رُكْعَتَيْنِ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ وَمَنْ صَلَّى اَرْبَعًا كُتِبَ مِنَ الْعَابِدِينَ وَمَنْ صَلَّى سِتًّا كُفِيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ وَمَنْ صَلَّى ثَمَانِيًا كَتَبَهُ اللَّهُ مِنَ الْقَانِتِينَ وَمَنْ صَلَّى ثَلَاثَتَيْ عَشْرَةَ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

(مجمع الزوائد للهيثمی ج 2 ص 494 باب صلوة الضحیٰ، رقم الحدیث 3419)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے چاشت کی دو رکعات پڑھیں تو اس کا نام غافلین میں نہیں لکھا جائے گا۔ جس نے چار رکعات پڑھیں تو اس کا نام عبادت گزار بندوں میں لکھا جائے گا۔ جس نے چھ رکعات پڑھیں اس دن اس کی کفایت کی جائے گی، جس نے آٹھ پڑھیں اسے اللہ تعالیٰ اطاعت شعاروں میں لکھ دیں گے اور جس نے بارہ رکعات پڑھیں تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنا دیں گے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سَلَاةٍ مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزَى مِنْ ذَلِكَ رُكْعَتَانِ يَرَى كَعُھْمَا مِنَ الضُّحَى۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 250 باب استحباب صلوة الضحیٰ الخ)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ ہر بار سبحان اللہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار الحمد للہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار لا الہ الا اللہ کہنا ایک صدقہ ہے، ہر بار اللہ اکبر کہنا ایک صدقہ ہے، اچھی بات کا حکم کرنا ایک صدقہ ہے، بری بات سے روکنا ایک صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دور کتیں کافی ہو جاتی ہیں جنہیں انسان پڑھ لیتا ہے۔

تعداد رکعات نماز چاشت:

چاشت کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔

حدیث ابو الدرداء رضی اللہ عنہ جس میں دو سے بارہ رکعت کا ذکر ہے، پیچھے گزر چکی ہے۔ (مجمع الزوائد للہیثمی ج 2 ص 494 باب صلوٰۃ الضحیٰ)

حضرت معاذہ العدویہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَىٰ أَرْبَعًا وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللَّهُ۔ (صحیح مسلم ج 1 ص 249 باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی (عموماً) چار رکعت پڑھتے تھے اور (کبھی) اس سے زیادہ بھی پڑھتے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا۔

عَنْ أُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَأَغْتَسَلَ وَصَلَّى ثَمَانِي رَكَعَاتٍ فَلَمْ أَرَ صَلَوةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُعِيَهُمُ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ... وَقَالَتْ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى... وَذَلِكَ ضَمْنِي۔

(مشکوٰۃ المصابیح ج 1 ص 115 باب صلوٰۃ الضحیٰ)

ترجمہ: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر تشریف لائے، غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ میں نے کبھی

اس سے ہلکی پھلکی نماز نہیں دیکھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں بھی رکوع و سجدہ پورا کر رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ یہ چاشت کی نماز تھی۔

چاشت کا وقت :

سورج کے طلوع ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور زوال تک رہتا ہے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ دن کے چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد پڑھے جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاةُ الْاَوَّابَيْنِ حِينَ تَزْمُصُ الْفِصَالُ۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 257 باب صلوٰۃ اللیل و عدد رکعات النبی)

ترجمہ : چاشت کی نماز اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب اونٹنی کے بچے کے پاؤں گرمی سے جھلنے لگیں۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ ضحیٰ (چاشت) کو صلوٰۃ الاوابین بھی کہا جاتا ہے۔

نماز اوابین:

نماز مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرَبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عِدْلُنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثَلَاثِي عَشْرَةَ سَنَةً۔ (جامع الترمذی ج 1 ص 98)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہیں کی تو اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرَبِ سِتًّا رُكْعَاتٍ وَقَالَ مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرَبِ سِتًّا رُكْعَاتٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ زَيْدِ الْبَحْرِ۔ (المجم الاوسط للطبرانی ج 5 ص 255 رقم الحديث 7245)

ترجمہ: میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھیں تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَاةُ الْاَوَّابَيْنِ مَا بَيْنَ اَنْ يَنْكَفِتَ اَهْلُ الْمَغْرِبِ اِلَى اَنْ يُثَوَّبَ اِلَى الْعِشَاءِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 4 ص 267، 266، فی الصلوٰۃ بین المغرب و العشاء)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”صلوٰۃ الاوابین“ کا وقت اس وقت سے ہے کہ جب نمازی نماز مغرب پڑھ کر فارغ ہوں اور عشاء کا وقت آنے تک رہتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَحْقُقُ بِالَّذِينَ يُصَلُّونَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ إِلَى الْعِشَاءِ وَهِيَ صَلَاةُ الْاَوَّابِينَ۔

(شرح السنۃ للبخاری ج 2 ص 439 باب الصلوٰۃ بین المغرب و العشاء)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرشتے ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور یہ ”صلوٰۃ الاوابین“ ہے۔

نوٹ: رمضان المبارک کی اہم عبادات میں سے تراویح، لیلة القدر، صلوٰۃ التلیخ، زکوٰۃ اور صدقہ فطر کی ادائیگی وغیرہ پر مستقل مضامین آگے آرہے ہیں۔

مسائل روزہ

عوام کو چاہیے کہ رمضان المبارک بالخصوص روزہ اور تراویح کے مسائل جاننے کے لیے اپنے قریبی علماء کرام سے رابطہ رکھیں۔ بسا اوقات کسی بات کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ وہ بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اور کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ کسی بات کو معمولی سمجھتے ہوئے کر ڈالتے ہیں حالانکہ اس سے بہت بڑی نیکی ضائع ہو جاتی ہے اور گناہ گلے پڑ جاتا ہے۔ بالخصوص روزے کے مسائل میں غفلت برتی جاتی ہے اس لیے روزے کے احکام و مسائل کو مستقل طور پر لکھ دیا ہے تاکہ رمضان المبارک کی اہم عبادت ضائع ہونے سے بچ جائے۔

کوشش یہ کی گئی ہے کہ روزے کے اہم چیدہ چیدہ مسائل لکھے جائیں تاہم اگر کوئی ایسی بات پیش آتی ہے جو ہم یہاں درج نہیں کر سکے تو فوراً اپنے قریبی عالم / دارالافتاء سے رجوع فرمائیں۔

مسئلہ 1: رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان پر جو مجنون اور نابالغ نہ ہو فرض ہیں، جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں اور اگر کوئی روزہ کی نذرمان لے لے تو روزہ فرض ہو جاتا ہے اور قضا اور کفارے کے روزے بھی فرض ہیں اور اس کے سوا اور سب روزے نفل ہیں، رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں البتہ عیدین کے دن اور بقر عید سے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

مسئلہ 2: طلوع فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک روزے کی نیت سے کھانا اور پینا چھوڑ دیں اور خاوند و بیوی ہمبستر بھی نہ ہوں شریعت میں اس کو ”روزہ“ کہتے ہیں۔

مسئلہ 3: زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور سارا دن کچھ کھایا نہ پیانا بہتر ہو تو اس کا روزہ ہو گیا اور اگر کوئی زبان سے بھی کہہ دے کہ یا اللہ میں کل تیرا روزہ رکھوں گا یا عربی میں یہ کہہ دے کہ ”وَصَوْمُ غَدَنُویت“ تو بھی کچھ حرج نہیں، یہ بھی بہتر ہے۔

مسئلہ 4: اگر کسی نے دن بھر نہ تو کچھ کھایا نہ پیا صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہا لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہ تھا بلکہ بھوک نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا۔ اگر دل میں روزہ کا ارادہ کر لیتا تو روزہ ہو جاتا۔

مسئلہ 5: شریعت میں روزہ صبح صادق کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اس لیے جب تک صبح صادق نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب کچھ جائز ہے۔ بعض لوگ سحری کھا کر نیت کی دعا پڑھ کر لیٹے رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب نیت کر لینے کے بعد کچھ کھانا پینا نہیں چاہیے، یہ خیال غلط ہے جب تک صبح صادق نہ ہو کھاپی سکتے ہیں چاہے نیت کر چکے ہوں یا ابھی تک نہ کی ہو۔

مسئلہ 6: رمضان شریف کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے بس اتنی ہی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔ اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

مسئلہ 7: شعبان کی انتیسویں تاریخ کو اگر رمضان شریف کا چاند نکل آئے تو صبح کو روزہ رکھیں اور اگر نہ نکلے یا آسمان پر بادل ہوں اور چاند نہ دکھائی دے تو صبح کو جب تک یہ شبہ رہے کہ رمضان شروع ہوا یا نہیں، روزہ نہ رکھیں۔ بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کریں۔

مسئلہ 8: انتیسویں تاریخ کو (بادل یا گرد کی وجہ سے رمضان شریف کا چاند نہیں دکھائی دیا تو صبح کو نفلی روزہ بھی نہ رکھیں ہاں اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات یا کسی اور مقرر دن کا روزہ رکھتا تھا اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو گیا اب اس کی قضا نہ رکھیں۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

مسئلہ 1: اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھالے یا پی لے یا بھولے سے خاوند و بیوی ہمبستر ہو جائیں تو ان کا روزہ نہیں گیا۔ اگر بھول کر پیٹ بھر کر بھی کھاپی لے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر بھول کر کئی دفعہ کھاپی لیا تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ 2: ایک شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا تو اگر وہ اس قدر طاقت ور ہے کہ روزہ سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاد دلا دینا واجب ہے اور اگر کوئی طاقت نہ رکھتا ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد نہ دلاوے، کھانے دیوے۔

مسئلہ 3: تھوک نگلنے سے روزہ نہیں جاتا چاہے جتنا ہو۔

مسئلہ 4: اگر پان کھا کر خوب کلی غرغہ کر کے منہ صاف کر لیا لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو اس کا کچھ حرج نہیں، روزہ ہو گیا۔

مسئلہ 5: ناک کو اتنے زور سے سُترک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا اسی طرح منہ کی رال سُترک کر نگل جانے سے روزہ نہیں جاتا۔

مسئلہ 6: خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ 7: اگر زبان سے کوئی چیز پچھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا لیکن خواہ مخواہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! اگر کسی کا شوہر بڑا بد مزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر سالن میں نمک

وغیرہ درست نہ ہوا تو غصہ ہو گا، اس کو نمک چکھ لینا درست ہے اور مکروہ نہیں۔

مسئلہ 8: کسی چیز کو اپنے منہ سے چبا کر چھوٹے بچے کو کھلانا مکروہ ہے البتہ اگر اس کی ضرورت پڑے اور مجبوری و ناچاری ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ 9: مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے چاہے سوکھی مسواک ہو یا تازی، اسی وقت کی توڑی ہوئی اگر نیم کی مسواک ہے اور اس کا کڑوا پن منہ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔

روزہ ٹوٹ جاتا ہے صرف قضاء لازم ہے / کفارہ نہیں:

مسئلہ 1: کسی نے زبردستی روزہ دار کے منہ میں کوئی چیز ڈال دی اور وہ حلق میں اتر گئی (روزہ فاسد ہو گیا قضاء واجب ہوتی ہے)

مسئلہ 2: روزہ یاد تھا اور کلی کرتے وقت بغیر ارادے کے پانی حلق میں اتر گیا۔

مسئلہ 3: اپنے آپ ہی قے آگئی تو روزہ نہیں گیا چاہے تھوڑی سی قے ہوئی یا زیادہ۔ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور منہ بھر کے تھی تو روزہ جاتا رہا اور اگر اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی نہیں گیا۔

مسئلہ 4: تھوڑی سی قے آئی پھر آپ ہی آپ حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا البتہ اگر قصد اُلٹا لیا تو روزہ ٹوٹ جاتا۔

مسئلہ 5: اگر کسی کو قے آگئی اور وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس گمان پر پھر قصداً کھالیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ 6: دانتوں میں رہی ہوئی چیز کو زبان سے نکال کر نگل لیا جب کہ وہ چنے کے دانے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو، اگر منہ سے نکال کر پھر نگل گیا تو چاہے چنے سے کم ہو یا زیادہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ 7: ناک میں ناس لینا۔

مسئلہ 8: دانتوں میں سے نکلا ہوا خون نگل گیا جب کہ خون تھوک سے زیادہ ہو۔

مسئلہ 9: بھول کر کچھ کھانی لیا پھر یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان بوجھ کر کھانی لیا۔

مسئلہ 10: یہ سمجھ کر کے ابھی صبح صادق نہیں ہوئی سحری کھالی، پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق کے بعد کھایا یا تھا یعنی صبح صادق ہو چکی تھی۔

مسئلہ 11: ابر یا غبار کی وجہ سے یہ سمجھا کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے روزہ افطار کر لیا بعد میں معلوم ہوا کہ ابھی دن باقی تھا۔

مسئلہ 12: رمضان المبارک کے علاوہ اور دنوں میں کوئی روزہ جان بوجھ کر توڑ دیا۔

مسئلہ 13: عورت نے روزہ جان بوجھ کر توڑ دیا پھر اسی دن حیض آگیا یا بیمار ہو گئی یا بے ہوشی آگئی۔

مسئلہ 14: کسی عورت کو دیکھا اور سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اور کھانی لیا۔

مسئلہ 15: عورت کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا، چمٹ گیا، انزال ہو گیا تو روزے کی قضا واجب۔ حالت اکراہ میں روزہ توڑنے سے محض قضاء لازم کفارہ نہیں۔

مسئلہ 16: روزہ رکھنے کی صورت میں مرض کی شدت یا مدت مرض میں اضافے کا ظن غالب ہو تو توڑنا جائز ہے اور قضاء واجب ہے۔

مسئلہ 17: حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا خود بخود دھواں چلا گیا یا گرد و غبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا البتہ اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ 18: لوبان (ایک قسم کی گوند جو آگ پر رکھنے سے خوشبو دیتا ہے) وغیرہ کوئی دھونی سلگائی پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سو نگھا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ 19: کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا وغیرہ کوئی ایسی چیز کھالی جس کو نہیں

کھایا کرتے اور نہ اس کو کوئی بطور دوا کے کھاتا ہے تو اس کا روزہ جاتا رہا لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ 20: روزے کے توڑنے سے کفارہ جب ہی لازم آتا ہے جب کہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈالے رمضان شریف کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا چاہے جس طرح توڑے اگرچہ وہ روزہ رمضان کی قضا ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر اس روزہ کی نیت رات سے نہ کی ہو یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن حیض آگیا ہو تو اس کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ 21: کونکہ چبا کر دانت مانجھنا اور منجن (ٹوتھ پیسٹ) سے دانت مانجھنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے تو روزہ جاتا رہے گا۔

مسئلہ 22: کسی نے بھولے سے کچھ کھالیا اور یوں سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس وجہ سے پھر جان بوجھ کر کچھ کھایا تو اب روزہ جاتا رہا فقط قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں:

مسئلہ 1: ایسی چیز جو غذا یا دوا کے طور پر لذت کے لیے استعمال کی جاتی ہے جان بوجھ کر کھانی لی تو اس صورت میں قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ 2: جان بوجھ کر روزہ کی حالت میں جماع (ہبستری) کر لی۔

مسئلہ 3: سرمہ لگایا اور یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان بوجھ کر کھانی لیا۔

مسئلہ 4: مسواک کیا اور یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان بوجھ کر کھانی لیا۔

مسئلہ 5: غیبت کی اور پھر سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان بوجھ کر کھانی لیا۔

مسئلہ 6: اگر کوئی مرد کسی عورت کو جماع (ہبستری) پر مجبور کرے اور پیش قدمی مرد

کی جانب سے ہو تو مرد پر قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں اور عورت پر صرف قضاء لازم

ہے، نیز ابتداء میں عورت راضی نہ ہو اور بعد میں راضی ہو جائے اس وقت بھی عورت پر صرف قضاء ہوگی، کفارہ نہیں۔

مسئلہ 7: عورت اگر کسی نابالغ بچے یا مجنون و پاگل سے صحبت کر ائے تو عورت پر کفارہ لازم ہے۔

مسئلہ 8: عورت نے یہ جان کر کے آج مجھ کو حیض آئے گا روزہ توڑ دیا پھر حیض نہیں آیا تو قضاء اور کفارہ لازم ہے۔

مسئلہ 9: اگر ایسی چیز کھالی یا پی لی جس کو لوگ کھایا کرتے ہیں یا کوئی ایسی چیز ہے کہ یوں تو نہیں کھاتے لیکن بطور دوا کے ضرورت کے وقت کھاتے ہیں تو بھی روزہ جاتا رہا اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ 10: روزے کی حالت میں حقہ پینے یا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر یہ عمل جان بوجھ کر کیا ہو تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔

نوٹ: قضاء کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دوبارہ رکھے۔ اور کفارے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو 60 مسکینوں کو کھانا کھلائے یا پھر لگاتار (بغیر ناغے کے) دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ ان دو ماہ کے دوران اگر درمیان میں کوئی روزہ چھوڑ دیا تو دوبارہ پھر سے شروع کرے، البتہ عورت حیض کے دنوں میں روزہ نہیں رکھے گی حیض ختم ہونے کے بعد پھر سے شروع کر دے گی۔ اور حیض کی وجہ سے عورت کا تسلسل ختم نہیں ہوگا۔

ایک گزارش: علماء کرام / ائمہ مساجد / خطباء کرام رمضان المبارک میں لوگوں کو رمضان، روزہ، تلاوت قرآن، ذکر اذکار کے فضائل کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک کے اہم مسائل تہجد، تراویح، وتر، لیلیۃ القدر، قضائے عمری، صدقہ فطر اور زکوٰۃ وغیرہ بھی سمجھائیں۔

تراویح کے فضائل و مسائل

رمضان شریف کا مہینہ عالم روحانیت کا موسم بہار ہے۔ دن کو فرض روزہ رکھنا اور رات کو سنت تراویح ادا کرنا اس مبارک مہینہ کی مخصوص عبادات ہیں۔ حدیث مبارک میں ارشاد ہے:

شَهْرُ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ

(سنن ابن ماجہ: ص 94، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائے ہیں اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت قرار دیا ہے۔

اس ماہ مبارک کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ج 1، ص 173)

اس لیے ان مبارک گھڑیوں کو غنیمت سمجھا جائے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے شاید آئندہ ہمیں یہ مقدس گھڑیاں نصیب ہوں یا نہ ہوں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرَ رَمَضَانَ شَدَّ مِنْزَرَهُ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ حَتَّى يَنْسَلِخَ.

(شعب الایمان للبیہقی: ج 3، ص 310)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر کس لیتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے، یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

لیکن جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہے کہ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا۔

(صحیح مسلم: ج 1، ص 372، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دس دنوں میں جو کوشش فرماتے وہ باقی دنوں میں نہ فرماتے تھے۔

نیز امت کو بھی اس مہینے میں عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

(صحیح بخاری: ج 1، ص 10، باب تطوع قیام رمضان من الایمان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے تراویح پڑھی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں خود بھی بکثرت عبادت فرماتے تھے اور امت کو بھی بکثرت عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ اس لیے اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ جتنی عبادت ہو سکے پوری ہمت اور کوشش سے کرنی چاہیے۔

قیام رمضان:

قیام رمضان (تراویح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت فرمایا۔ اسی پر حضرات خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ مجتہدین و

حضرات مشائخ رحمہم اللہ عمل پیرا رہے، بلاد اسلامیہ میں چودہ سو سال سے اسی پر عمل ہوتا رہا ہے اور امت کا اسی پر اجماع ہے۔ آنے والے سطور میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

لفظ تراویح:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالْتَّرَاوِيحُ يَجْمَعُ تَرْوِيحَةً وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ كَتَسْلِيمَةٍ مِنَ السَّلَامِ.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج 4 ص 317)

ترجمہ: تراویح ”ترویجہ“ کی جمع ہے اور ترویجہ ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں، جیسے ”تسلیمہ“ ایک دفعہ سلام کرنے کو کہتے ہیں۔

تراویح کسے کہتے ہیں؟:

”ترویجہ“ وہ نشست ہے جس میں کچھ راحت لی جائے۔ چونکہ تراویح کی چار رکعتوں پر سلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر راحت لی جاتی ہے، اس لیے تراویح کی چار رکعت کو ایک ”ترویجہ“ کہا جانے لگا اور چونکہ پوری تراویح میں پانچ ترویجے ہیں، اس لیے پانچوں کا مجموعہ ”تراویح“ کہلاتا ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سُمِّيَتْ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ فِي لَيْلِائِي رَمَضَانَ التَّرَاوِيحُ ؛ لِأَنَّهُمْ أَوَّلَ مَا اجْتَمَعُوا عَلَيْهَا كَانُوا يَسْتَرِيهُونَ بَيْنَ كُلِّ تَسْلِيمَتَيْنِ.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج 4 ص 317)

ترجمہ: جو نماز رمضان کی راتوں میں باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کا نام ”تراویح“ رکھا گیا ہے، اس لیے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پہلی بار اس نماز پر مجتمع ہوئے

تو وہ ہر دو سلام (چار رکعتوں) کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔

تراویح سنت مؤکدہ ہے:

حضور علیہ السلام نے قیام رمضان کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی باحوالہ گزرا ہے۔ آپ علیہ السلام کے بعد حضرات خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر مواظبت فرمائی جیسا کہ ہم اس کا بیان کریں گے، اور یہی مواظبت دلیل ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسُّكُوا بِهَا وَعَظُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

(سنن ابی داؤد: ج 2، ص 290، باب فی لزوم السنۃ)

ترجمہ: تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت کو اپنے اوپر لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔

اس حدیث مبارک میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت پر لفظ ”علیکم“ (تم پر لازم ہے) اور عضو علیہا بالنواجذ (مضبوطی سے تھام لو) سے عمل کرنے کی تاکید فرمائی اسی طرح حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر بھی عمل کرنے کی تاکید فرمائی جو کہ تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے۔

باجماعت نماز تراویح؛ تین راتیں:

آپ علیہ السلام سے تراویح کی جماعت صرف تین دن ثابت ہے، پورا مہینہ آپ علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو کوئی نماز نہ پڑھائی جیسا کہ احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى بَقِيَ سَبْعُ فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتْ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتْ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ نَقَلْتَنَا قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ، قَالَ فَقَالَ «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ».. قَالَ فَلَمَّا كَانَتْ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ فَلَمَّا كَانَتْ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاحُ... ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بِقِيَّةِ الشَّهْرِ.

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 204، باب فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورا مہینہ ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تیسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی (یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر آپ اس رات کے باقی حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا! آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے گھر واپس جائے تو اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی، جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات) اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے سحری رہ جائے گی، پھر باقی ایام بھی آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔

تعدادِ رکعاتِ تراویح

دلیل نمبر 1:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رُكْعَةً وَالْوُتْرَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 284 باب کم یصلی فی رَمَضانَ مِنْ رُكْعَةٍ. المعجم الکبیر للطبرانی ج 5 ص 433 رقم 11934، المنتخب من مسند عبد بن حمید ص 218 رقم 653، السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 496 باب ما رُوِيَ فِي عَدَدِ رُكْعَاتِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ.)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس کی سند حسن ہے، امت کے تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح شمار ہوگی۔

شبہ:

زنی صاحب غیر مقلد نے لکھا: ”یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے“
(تعدادِ رکعاتِ قیام رمضان: ص 28)

اور یہ بات نقل کی: ”وہو ضعیف۔ هذا حدیث ضعیف“ (ایضاً)
نیز اس کے ایک راوی ابراہیم بن عثمان پر جرح بھی کی ہے۔ یہی کچھ غلام مصطفیٰ غیر مقلد نے لکھا ہے۔
(آٹھ رکعت نماز تراویح: ص 6)

جواب نمبر 1:

اللہ تعالیٰ جناب کو فہم نصیب فرمائے۔ حدیث کے بارے میں نقل کیا کہ یہ ضعیف ہے اور حکم لگایا ”موضوع و من گھڑت ہے“ کیا ضعیف حدیث موضوع ہوتی ہے؟ [جبکہ زیر بحث حدیث درجہ حسن کی ہے، اور مؤیدات کی وجہ سے قوی تر

ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے] اگر یہی اصول جناب کے ہاں مسلم ہے تو سنن اربعہ اور دیگر کتب حدیث کی جن روایات کو محدثین ضعیف بتلاتے ہیں ان پر شوق سے ”موضوع“ کا حکم لگائیے۔ جناب کی جانب سے حدیث کی ”عظیم خدمت“ ہوگی۔

اولاً:۔۔۔ ”ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ العنسی“ جن پر موصوف نے جرح کی ہے وہ اتنا بھی مجروح نہیں کہ اس کی روایت کو رد کر دیا جائے، بلکہ بعض محدثین سے اس کی تعدیل و توثیق اور مدح و ثناء بھی ثابت ہے۔

1: امام شعبہ بن الحجاج م 160ھ نے ابوشیبہ سے روایت لی ہے۔

(تہذیب الکمال للرمزی: ج 1، ص 268، تہذیب التہذیب: ج 1 ص 136)

اور غیر مقلدین کے ہاں اصول ہے کہ امام شعبہ اس راوی سے روایت لیتے ہیں جو ثقہ ہو اور اس کی احادیث صحیح ہوں۔

(القول المقبول فی شرح صلوٰۃ الرسول: ص 386، نیل الاوطار: ج 1 ص 16)

اگر ابوشیبہ اتنا ضعیف راوی ہوتا جتنا منکرین فقہ کہتے ہیں تو پھر امام شعبہ ان سے روایت نہ لیتے۔

2: امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ الاساتذہ حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ،

ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کے زمانہ قضاۃ میں ان کے کاتب تھے اور ان کے بڑے مداح تھے، فرماتے ہیں: ”ما قضی علی الناس یعنی فی زمانہ اعدل فی قضاء منہ“

(تہذیب الکمال ج 1 ص 270)

ترجمہ: ابراہیم بن عثمان کے زمانہ قضاۃ میں ان سے بڑھ کر کوئی قاضی نہیں ہوا۔

3: امام ابن عدی فرماتے ہیں: لہ احادیث صالحۃ۔

(تہذیب الکمال ج 1 ص 270)

ترجمہ: ابوشیبہ کی احادیث درست ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: وهو وإن نسبوه إلى الضعف خير من إبراهيم بن أبي حية۔

(تہذیب الکمال ج 1 ص 270)

ترجمہ: لوگوں نے ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کی طرف ضعیف ہونے کی نسبت کی ہے، لیکن یہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔

اور ابراہیم بن ابی حیہ کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: شیخ، ثقة کبیر۔

(لسان المیزان ج 1 ص 53، رقم الترجمة 127)

ترجمہ: یہ شیخ ہیں اور بڑے ثقہ ہیں۔

تو جب ابراہیم بن ابی حیہ امام یحییٰ بن معین کے ہاں ثقہ ہے تو ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ حد درجہ ضعیف کیوں؟ اور اس کی حدیث موضوع و من گھڑت کیوں؟
ثانیاً:۔۔۔ ابراہیم بن عثمان پر کی گئی جروح میں سے بعض جروح مبہم و غیر مفسر ہیں اور بعض جروح غیر مقبول اور مردود بھی ہیں۔ مثلاً زنی صاحب نے لکھا ہے: ”اسے شعبہ نے جھوٹا کہا ہے۔“ (تعداد رکعات قیام رمضان: ص 29)

حالانکہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کی پوری عبارت سامنے رکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام شعبہ کی یہ جرح ناقابل قبول ہے۔ خود علامہ ذہبی کے ہاں بھی یہ جرح غلط ثابت ہوتی ہے۔ عبارت یہ ہے:

كذب شعبه لكونه روى عن الحكم عن ابن ابی لیلی انه قال شهد صفین من اهل بدر سبعون فقال شعبه كذب والله لقد ذكرت الحكم فما وجدنا شهد صفین احدا من اهل بدر غیر خزيمة۔ قلت: سبحان الله! اما شهد ها علی؟ اما شهد ها عمار؟

(میزان الاعتدال للذہبی ج 1 ص 84)

ترجمہ: امام شعبہ نے ابراہیم بن عثمان کو جھوٹا اس وجہ سے کہا ہے کہ اس نے حکم سے روایت کی کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ شامل تھے۔ شعبہ نے کہا: واللہ! ابراہیم بن عثمان نے تو جھوٹی بات کہی ہے۔ میں نے خود امام حکم سے مذاکرہ کیا تو سوائے حضرت خزیمہ کے کسی کو اہل بدر سے نہیں پایا۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں: سبحان اللہ! کیا صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے؟ کیا صفین حضرت عمار رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے؟

اس تفصیل سے امام شعبہ کی تکذیب کی حقیقت واضح ہو گئی کہ انہوں نے تکذیب صرف اس وجہ سے کی تھی کہ ابراہیم نے حکم کے واسطے سے ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صفین میں ستر بدری صحابہ شریک تھے۔ تو اس سے ابراہیم کا جھوٹا ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے؟ بلکہ جھوٹ تو اس وقت ثابت ہوتا کہ جب شعبہ حکم کے پاس مذاکرہ کرنے گئے تو حکم سرے سے اس بیان کا انکار کر دیتے لیکن حکم اس کا انکار نہیں کرتے، بلکہ مذاکرہ سے صرف ایک صحابی ثابت ہوا۔ معلوم ہوا کہ امام حکم نے بیان کیا تھا لیکن اب وہ ستر کا عدد ثابت نہ کر سکے۔ تو اس میں ابراہیم کا کیا قصور ہے؟! علاوہ ازیں علامہ ذہبی نے بھی امام شعبہ کے اس بیان کو یوں رد کر دیا کہ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی تو یقیناً شریک تھے۔ تو پھر متعین ایک ہی کیسے ثابت ہوا؟ کم سے کم تین کہیے یعنی اس طرح اور تحقیق کر لیجیے، ممکن ہے اور نکل آئیں۔ معلوم ہوا کہ امام ذہبی کے نزدیک بھی شعبہ کی یہ جرح مردود ہے، لیکن علی زئی صاحب کی ”دیانت“ کو بھی داد دیجیے۔

ثالثاً:۔۔۔ ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ پر کچھ کلام بھی کیا گیا ہے اور اسے ضعیف بھی بتلایا گیا ہے لیکن یہ اتنا بھی ضعیف نہیں کہ اس کی روایت کو مطلقاً ترک کر دیا جائے بلکہ دیگر

مؤیدات کی وجہ سے (جن کا بیان آگے آرہا ہے) یہ روایت اس قدر مستحکم و قوی ہو جاتی ہے کہ ضعیف کہہ کر جان چھڑانا ناممکن سی بات ہے۔ چنانچہ محدث شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی فرماتے ہیں:

”ابوشیبہ کی یہ حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو مگر اس لحاظ سے وہ بے حد قوی اور ٹھوس ہے کہ عہد فاروقی کے مسلمانوں کا علانیہ عمل اس کے موافق تھا یا کم از کم آخر میں وہ لوگ اسی پر جم گئے اور روایتوں سے حضرت علی کے زمانہ کے مسلمانوں کا عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے اور ہر چار ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہد فاروقی کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلا اضافہ یا اضافہ کے ساتھ اس کے موافق رہا ہے۔ ان باتوں کے انضمام سے ابوشیبہ کی حدیث اس قدر قوی و مستحکم ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد اس کو ضعیف کہہ کر جان چھڑانا ناممکن سی بات ہو جاتی ہے“

جواب نمبر 2:

اس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو روایت صحت کا درجہ پالیتی ہے۔

1: امام شافعیؒ (204ھ) فرماتے ہیں:

حدیث لا وصیة لوارث إنه لا یثبتہ اهل الحدیث ولكن العامة تلقته بالقبول وعملوا به حتی جعلوة ناسخا لآیة الوصیة له۔

(فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للسحاوی ج 1 ص 289)

ترجمہ: محدثین اس حدیث کو ثابت نہیں مانتے لیکن علماء نے اس کو قبول کر لیا ہے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، حتیٰ کہ ان محدثین علماء نے اس حدیث کو آیت وصیت

کا نسخ قرار دیا ہے۔

2: امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) فرماتے ہیں:

قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح.

(تدريب الراوى ص 29)

ترجمہ: بعض محدثین کا موقف ہے کہ حدیث پر صحیح ہونے کا حکم اس وقت (بھی) لگایا جائے گا جب امت اس حدیث کو قبول کر لے، اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔

3: حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و ذهب بعضهم الى ان الحديث اذا تأيد بالعمل ارتقى من حال الضعف الى مرتبة القبول. قلت: وهو الاوجه عندى.

(فيض الباری شرح البخاری: ج 3، ص: 409 کتاب الوصایا، باب الوصیۃ لوارث)

ترجمہ: بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ کسی حدیث کی تائید جب (امت کے) تعامل کے ساتھ ہو تو وہ درجہ ضعف سے درجہ قبولیت پالیتی ہے۔ میں (علامہ کشمیری رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ یہی رائے میرے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔

4: غیر مقلد عالم ثناء اللہ امرتسری نے اعتراف کیا: ”بعض ضعف ایسے ہیں جو امت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں“

(اخبار اہل حدیث مورخہ 19 اپریل 1907 بحولہ رسائل اعظمی ص 331)

لہذا یہ روایت تلقی بالقبول ہونے کی وجہ سے یہ روایت صحیح و حجت ہے۔

جواب نمبر 3:

حدیث مذکور کو ابراہیم بن عثمان البوشیبہ سے روایت کرنے والے چار

محدثین ہیں:

- 1: یزید بن ہارون: (مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 284)
- 2: علی بن جعد: (المعجم الکبیر للطبرانی ج 5 ص 433 رقم 11934)
- 3: ابو نعیم فضل بن دکین: (المنتخب من مسند عبد بن حمید ص 218 رقم 653)
- 4: منصور بن ابی مزاحم: (السنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 496)

اور یہ چاروں حضرات ثقہ ہیں:

- 1: یزید بن ہارون: ثقہ، متقن۔ (تقریب التہذیب ص 638)
- 2: علی بن جعد: ثقہ، صدوق۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج 10 ص 466)
- 3: ابو نعیم فضل بن دکین: ثقہ ثبت۔ (تقریب التہذیب ص 475)
- 4: منصور بن ابی مزاحم: ثقہ۔ (تقریب التہذیب ص 576)

ان ثقہ و عظیم محدثین کا ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ سے بیس رکعت نقل کرنے میں متفق ہونا قوی تائید ہے کہ یہ حدیث ثابت و صحیح ہے ورنہ یہ ثقہ حضرات اس طرح متفق نہ ہوتے۔

دلیل نمبر 2:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً وَأَوْتَرِبَتْ لَيْلَاتُهُ.

(تاریخ جرجان للہمی ص 317، فی نسخۃ 142)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض) بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔

فائدہ: اس حدیث کی سند حسن درجہ کی ہے۔ اس روایت کو تلقی امت بالقبول

حاصل ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ اربعہ اور مشائخ امت رحمہم اللہ نے اس پر عمل فرمایا ہے اور بلاد اسلامیہ و حریم شریفین میں اسی بیس رکعت کا معمول رہا ہے۔ محدثین حضرات نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ تلقی امت بالقبول سے حدیث درجہ صحت کو پالیتی ہے۔ [حوالہ جات گزر چکے ہیں] لہذا یہ روایت درجہ صحیح کو پہنچ جاتی ہے۔

شبہ: اس میں دوراوی محمد بن حمید الرازی اور عمر بن ہارون البلیخی ضعیف ہیں۔

جواب: یہ حسن الحدیث درجہ کے راوی ہیں۔

محمد بن حمید الرازی رحمۃ اللہ علیہ: (م 248ھ)

آپ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، کے راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج: 5 ص: 547)

اگرچہ بعض محدثین سے جرح منقول ہے لیکن بہت سے جلیل القدر ائمہ محدثین نے آپ کی تعدیل و توثیق اور مدح بھی فرمائی ہے مثلاً:

1: امام احمد بن حنبل: وثقہ (ثقہ قرار دیا)۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی ج: 1 ص: 40)

اور ایک بار فرمایا ”لا يزال بالري علم مادام محمد بن حميد حياً“۔ (جب تک محمد بن حمید زندہ ہیں مقام ری میں علم باقی رہے گا)

(تہذیب الکمال للرمزی ج: 8 ص: 652)

2: امام یحییٰ بن معین: ثقة، ليس به باس، رازی کیس [ثقہ ہے اس احادیث پر کوئی کلام نہیں، سمجھ دار ہے] (ایضاً)

- 3: امام جعفر بن عثمان الطیالسی: ثقة۔ (تہذیب الکمال ج: 8 ص: 653)
 - 4: علامہ ابن حجر: الحافظ [حافظ ہے]۔ (تہذیب التہذیب ج: 5 ص: 547)
 - 5: علامہ بیہقی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ”وفی اسناد بزار محمد بن حمید الرازی وهو ثقة“ [بزار کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے اور وہ ثقہ ہے]
- (مجمع الزوائد ج: 9 ص: 475)
- چونکہ اس پر کلام ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے، لہذا اصولی طور پر یہ حسن درجہ کا راوی ہے۔

عمر بن ہارون البلیخی رحمۃ اللہ علیہ: (م 294ھ)

آپ ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ بعض حضرات نے جرح کی ہے لیکن بہت سے ائمہ نے آپ کی تعدیل و توثیق اور مدح و ثناء میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں:

”الحافظ، الامام، المکثر، عالم خراسان، من اوعية العلم“ [علم کا خزانہ تھے] کثیر الحدیث، وارد تل [حصول علم کے اسفار کئے] ثقة، مقارب الحدیث۔

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج: 1 ص: 249، 248، سیر اعلام النبلاء ج: 7 ص: 148 تا 152، تہذیب التہذیب ج: 4 ص: 315 تا 317)

لہذا اصولی طور پر آپ حسن الحدیث درجہ کے راوی ہیں۔

تنبیہ: راقم نے سہ ماہی مجلہ ”قافلہ حق“ ج: 4 ش: 3 میں ایک تحقیقی مضمون ”مسئلہ 20 تراویح۔۔۔ دلائل کی روشنی میں“ تحریر کیا تھا بعض آل حدیث نے اپنے رسالے الحدیث ش 76 میں نازیبا اور بازاری زبان استعمال کر کے اس پر لایعنی اعتراض کئے جن میں سے ایک اعتراض اس حدیث پر بھی تھا جس کا جواب ادارہ کی جانب سے اگلے شمارہ میں دے دیا گیا، افادۃ پیش خدمت ہے:

غیر مقلدین نے لکھا کہ: ”گھسن نے ترجمہ میں بددیانتی کی ہے۔ چار رکعت فرض کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے کیونکہ اس من گھڑت روایت سے چوبیس رکعات تراویح کا ثبوت ملتا تھا۔“ (الحديث ش 76 ص 33)

جائزہ:

حدیث مبارک کے متن میں الفاظ موجود ہیں [اربعة وعشرين رکعة واوتر بثلاثة] اس میں جماعت کے ساتھ ادا کی گئی مکمل نماز کا ذکر ہے اور یہ ہر وہ شخص سمجھتا ہے جو عقل کی نعمت سے محروم نہ کر دیا گیا ہو کہ رمضان المبارک میں امام پہلے با جماعت چار فرض اور پھر بیس رکعات تراویح اور آخر میں تین رکعات وتر پڑھاتا ہے۔

1: امام ابن بطال م 449ھ نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے ”یصلون ثلاثا وعشرين رکعة“ نقل کیا یعنی وہ حضرات 23 رکعات ادا فرماتے تھے اور پھر یوں وضاحت فرمائی ”الوتر منها ثلاثا“ کہ ان میں تین رکعات وتر ہے۔

(شرح البخاری لابن بطال ج 3 ص 146)

2: امام ابن عبد البر م 463ھ نے سائب بن یزید سے ”وكان القیام علی عهدہ [یعنی علی عہد عمر] بثلاث وعشرين رکعة“ یعنی حضرت عمر کے زمانہ مبارک میں 23 رکعت ادا کی جاتی تھیں اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ”وهذا معمول علی ان الثلاث للوتر“ یہ اس بات پر محمول ہے کہ تین رکعات وتر ہوتے تھے۔

(التبہید لابن عبد البر ج 3 ص 519، الاستذکار لابن عبد البر ج 2 ص 96 ومثله فی عمدة القاری علی البخاری لمافظ العینی عن ابن عبد البر ج 8 ص 245)

3: امام ابن عبد البر نے ہی سیدنا اب عباس سے مرفوعاً یہ الفاظ تخریج فرمائے ہیں کہ ”كان یصلی فی رمضان عشرين رکعة“ کہ آپ رمضان میں بیس رکعات ادا

فرماتے تھے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ وہذا ایضاً سوی الوتر اور یہ وتر کے علاوہ کی نماز ہے۔ (التمہید لابن عبد البر ج 4 ص 519)

4: امام ابن حجر ج 852ھ نے سیدنا سائب بن یزید سے ”عشرین رکعة“ نقل فرمایا اور پھر یوں وضاحت فرمائی کہ وہذا معمول علی غیر الوتر اور یہ وتر کے علاوہ پر محمول ہے۔ (فتح الباری ج 4 ص 321)

خلفاء راشدین اور تراویح:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرنے لگے تھے، مختلف جماعتوں میں یا متفرق ہو کر الگ الگ ٹولیوں میں بٹ کر تراویح پڑھتے رہتے تھے۔ حضور علیہ السلام دیکھتے تھے لیکن کبھی اس پر ناپسندیدگی یا ناگواری کا اظہار نہیں کیا بلکہ پسندیدگی کا اظہار فرما کر رضامندی کی سند عطا فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَإِذَا أَتَانَا فِي رَمَضَانَ يُصَلُّونَ فِي تَاجِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ « مَا هَؤُلَاءِ ». فَقِيلَ هَؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآنٌ وَأَبِي بَنٍ كَعْبٍ يُصَلِّي وَهُمْ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- « أَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا ».

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 204، باب فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ لوگ حافظ قرآن نہیں ہیں اس لیے ابی بن کعب کی اقتداء میں نماز (تراویح) ادا کر رہے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے اچھا کیا اور صحیح کیا۔

اسی مضمون کی ایک دوسری روایت حضرت ثعلبہ بن ابی مالک القرظی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ:

قَالَ: «قَدْ أَحْسَنُوا، أَوْ قَدْ أَصَابُوا». وَلَمْ يَكْرَهُ ذَلِكَ لَهُمْ.

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 2 ص 495)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے اچھا کیا یا یہ فرمایا کہ صحیح کیا اور یہ چیز آپ نے ان کے لیے ناپسند نہیں کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام انصار و مہاجرین نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بھی نماز تراویح کا وہی سلسلہ جاری رہا جو عہد نبوی کے آخری ایام میں موجود تھا یعنی انفرادی یا متفرق جماعتوں کی صورت میں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَلَدًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

(صحیح البخاری: ج 1 ص 269، باب فضل من قام رمضان)

ترجمہ: عہد نبوی والا یہ معاملہ خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ اور عہد فاروقی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک اسی طرح قائم رہا۔

یعنی عہد صدیقی میں نہ مستقل طور پر باجماعت قیام رمضان تھا اور نہ متفرق جماعتوں میں رکعتوں کی کوئی تعیین۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مختصر دور خلافت میں ارتداد، جھوٹے نبیوں اور مانعین زکوٰۃ وغیرہ جیسے فتنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا، اس لیے اس امر کی طرف باقاعدہ توجہ نہ دی جاسکی۔

باجماعت تراویح کا اہتمام:

22 جمادی الثانی 13ھ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سفر آخرت

اختیار فرمایا اور انہی کے انتخاب پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی۔ تقریباً دو ماہ بعد رمضان المبارک آگیا۔ اس موقع پر آغاز رمضان میں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عکیم الجعفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان کی اول شب نماز مغرب کے بعد حضرت عمر نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا: فان هذا الشهر كتب عليكم صيامه، ولم يكتب عليكم قيامه، فمن استطاع منكم ان يقوم فليقم فانها نوافل الخير فمن لم يسقط فليقم على فراشه۔

(مصنف عبدالرزاق: ج 4 ص 204، باب قیام رمضان)

ترجمہ: یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزے تم پر فرض کیے گئے ہیں لیکن اس کا قیام تم پر فرض نہیں کیا گیا۔ پس تم میں سے جو قیام کی طاقت رکھتا ہے وہ قیام کرے کیونکہ یہ نوافل خیر ہیں اور جو قیام کی طاقت نہ رکھے وہ بستر پر نیند کرے۔

گویا خلافت فاروقی کے آغاز میں نماز تراویح کی سابقہ کیفیت برقرار تھی اور اس کا درجہ نوافل یا استحبائی سنت کارہا، لیکن اگلے سال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے باجماعت تراویح کے لیے سرکاری حکم جاری فرمادیا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عبد القاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کی ایک رات کو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی جانب نکلا، دیکھا کہ لوگ متفرق ٹولیوں کی صورت میں نماز پڑھ رہے تھے۔

فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أَرَى لَوْ جُمِعَتْ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلُ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَبِي بَرْزٍ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةَ أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارٍيِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعَمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ

(صحیح البخاری: ج 1 ص 269، باب فضل من قام رمضان)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ان کو ایک امام پر جمع کر دوں تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا۔ کچھ دن بعد آپ نے لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا۔ اس کے بعد ایک رات ہم نکلے تو لوگ مسجد میں ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اچھا طریقہ ہے۔

سابقہ صفحات میں واضح ہوا کہ باجماعت تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دن پڑھائی، اس پر مداومت نہ فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اول شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ باجماعت قیام رمضان کا اجراء فرمایا۔

تراویح کے ”سنت فاروقی“ ہونے کا مطلب:

نماز تراویح کو ”سنت فاروقی“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے باقاعدہ جماعت کا اہتمام کیا اور پورا مہینہ اس کی ادائیگی کا حکم فرمایا چنانچہ علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی لکھتے ہیں:

وفي الاوائل للعسكري: اول من سن قيام رمضان عمر سنة اربع عشرة.

(الحاوی للفتاوی: ج 1، ص 336)

ترجمہ: علامہ عسکری کی کتاب ”الاوائل“ میں ہے کہ رمضان کی جماعت کا باقاعدہ قیام حضرت عمر نے سن چودہ ہجری میں جاری فرمایا۔

حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

ان عمر بن الخطاب اول من جمع الناس على قيام شهر رمضان الرجال على ابی بن کعب والنساء على سليمان بن ابی حثمة.

(الحاوی للفتاوی ج 1 ص 336، السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 494)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو قیام رمضان یعنی تراویح پر مجتمع فرمایا چنانچہ مردوں کا امام حضرت ابی بن کعب اور عورتوں کا امام حضرت سلیمان بن ابی حثمہ کو بنایا۔

الحاصل نفس تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور اس کا باقاعدہ قیام اور باجماعت جاری کرنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تین دن جماعت تراویح کروائی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پورا ماہ اس کا اہتمام کیوں کروایا ہے؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا ماہ اسے اس لیے باجماعت ادا نہیں فرمایا تاکہ یہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور امت اس کی ادائیگی سے عاجز آکر گنہگار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ۔

(سنن النسائي: ج 1 ص 237، باب الحث على الصلاة في البيوت الخ)

ترجمہ: مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ یہ نماز کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے، اگر فرض ہو جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسے ادا نہ کر سکو۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو سلسلہ وحی بھی بند ہو گیا۔ اب اس کے فرض ہونے کا احتمال بھی ختم ہو گیا تو اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منشاء نبوت کو سامنے رکھتے ہوئے پورا مہینہ اس کے باقاعدہ اہتمام کا حکم دیا۔ چنانچہ علامہ

ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: استنبط عمر ذلك من تقرير النبي صلى الله عليه وسلم من صلى معه في تلك الليالي وأن كان كره ذلك لهم فإنما كرهه خشية أن يفرض عليهم... فلما مات النبي صلى الله عليه وسلم حصل الأمن من ذلك ورجح عند عمر ذلك... وإلى قول عمر جرح الجمهور۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج 4 ص 320)

ترجمہ: صحابہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ناپسندیدگی کے باوجود منع نہیں فرما رہے تھے وجہ اس ناپسندیدگی کی یہ تھی کہ کہیں یہ نماز ان پر فرض نہ ہو جائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو اس کے فرض ہونے کا خوف نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں یہی بات رائج ٹھہری کہ تراویح کے باجماعت پڑھنے کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے اور جمہور حضرات نے آپ کی بات کو قبول کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تعداد رکعات تراویح:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی تراویح کی تعداد رکعت بیان کرنے والے چھ حضرات ہیں۔ یہ تمام حضرات بیس رکعات ہی روایت کرتے ہیں (مضطرب وضعیف روایات کا کوئی اعتبار نہیں) ذیل میں روایات پیش خدمت ہیں:

1: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنَّ عُمَرَ أَمَرَ أَبِيًّا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ يَصُومُونَ التَّهَارُوتَ لَا يُحْسِنُونَ أَنْ يَقْرَأُوا فَأَلَوْ قَرَأَتِ الْقُرْآنَ عَلَيْهِمْ بِاللَّيْلِ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هَذَا شَيْعٌ لَمْ يَكُنْ. فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ وَلَكِنَّهُ أَحْسَنُ. فَصَلَّى بِهِمْ عَشْرِينَ رَكْعَةً.

(مسند أحمد بن منیع بحوالہ اتحاد الخیرة المہرۃ ج 2 ص 424 باب فی قیام رمضان)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے امیر المؤمنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے“ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

فائدہ: اس روایت کی سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض:

آل حدیث نے لکھا: ”یہ روایت اتحاد الحیرة المہرۃ للبو صبری میں بغیر کسی سند کے احمد بن منیع کے حوالے مذکور ہے۔ سر فراز صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ ”بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی۔“ (مقدار رکعات قیام رمضان ص 74) غلام مصطفیٰ ظہیر غیر مقلد نے بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے لکھا: ”بے سند روایات وہی پیش کرتے ہیں جنکی اپنی کوئی سند نہ ہو۔“ (آٹھ رکعت نماز تراویح ص 8)

جواب:

اللہ تعالیٰ جناب کو اخلاق حسنہ عطا فرمائے، الاحادیث المختارہ للمقدسی میں یہ روایت سند کے ساتھ موجود ہے۔ جناب کی ”تسلی“ کے لئے سند پیش خدمت ہے:

أخبرنا أبو عبد الله محمود بن أحمد بن عبد الرحمن الثقفي بأصبهان أن

سعید بن ابی الرجاء الصیرفی أخبرهم قراءة عليه أنا عبد الواحد بن أحمد البقال أنا عبيد الله بن يعقوب بن إسحاق أنا جدی إسحاق بن إبراهيم بن محمد بن جميل أنا أحمد بن منيع أنا الحسن بن موسى نا أبو جعفر الرازی عن الربيع بن أنس عن أبي العالية عن أبي بن كعب أن عمر أمر أبا أن يصلى بالناس في رمضان الحديث [الاحاديث المختارة للشيخ ج 3 ص 367 رقم 1161]

تنبیہ:۔۔۔ علامہ ابن تیمیہ حضرت ابی بن کعب کے بیس رکعت پڑھانے کو ثابت مانتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

”قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرين رکعة ویوتر بثلاث فرأى اکثر من العلماء ان ذلك هو السنة لانه قام بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر۔“

(فتاویٰ ابن تیمیہ قدیم ص 186/ ج 1، فتاویٰ ابن تیمیہ جدید ص 112 ج 23) ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔ اس لئے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس ہی سنت ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے بیس رکعت مہاجرین اور انصار صحابہ کے سامنے پڑھی ہیں اور کسی نے بھی (بیس تراویح کے سنت ہونے کا) انکار نہیں کیا۔

(بحوالہ تجلیات ص 317 ج 3 ص 318)

2: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ:

1: عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعَشْرِينَ رَكْعَةً وَإِنْ كَانُوا الْيَقْرَاءُونَ بِالْبَيْتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ،

(مسند ابن الجعد ص 413 رقم الحديث 2825)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام حضرت عمر

رضی اللہ عنہ [اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ] کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

2: عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال: كانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعةً وكانوا یقرءون بالہیئین، وكانوا یتوکلون علی عصیہم فی عهد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدّة القیام۔

(السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 496 باب ما روی فی عدو رکعات القیام فی شہر رمضان)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ صحابہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ [اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ] کے زمانہ میں [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باجماعت] بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لائٹیوں کا سہارا لیتے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

3: روی مالک من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید عشرین رکعة۔

(نیل الاوطار للشوکانی ج 2 ص 514)

ترجمہ: امام مالک نے یزید بن خصیفة کے طریق سے سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ (عہد فاروقی میں) بیس رکعت تراویح تھیں۔

تنبیہ: یہ طریق صحیح البخاری ج 1 ص 312 پر موجود ہے۔

4: عن السائب بن یزید قال... القیام علی عهد عمر ثلاثة وعشرین رکعة۔

(مصنف عبد الرزاق ج 4 ص 201، حدیث نمبر 7763)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تین رکعت (وتر) اور بیس رکعت (تراویح) پڑھی جاتی تھی۔

5: عن السائب بن یزید قال: کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعة والوتر۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج2 ص305 باب قیام رمضان رقم الحدیث 1365) ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے زمانے میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

تصحیح روایت سائب بن یزید:

- 1: امام نووی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (مرقات ج2 ص194)
- 2: علامہ نیوی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے (التعلیق الحسن علی آثار السنن ص222)

بعض شبہات کا ازالہ:

بعض لوگوں نے اس پر مضحکہ خیز شبہات کئے ہیں مثلاً:

- 1: اس روایت میں قیام کرنے والوں کا تعارف نامعلوم ہے۔۔۔ ان لوگوں کے نام بتائیں۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ (تعداد رکعات قیام رمضان: ص77، 78)

جواب: روایت میں واضح موجود ہے کہ یہ لوگ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور کے لوگ ہیں۔ ظاہر ہے یہ صحابہ و تابعین ہی ہیں، کوئی غیر مسلم نہیں۔ کیونکہ معرفۃ السنن للبیہقی میں ہے کہ سائب بن یزید خود فرماتے ہیں:

”کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب“ [حوالہ سابقہ]

کہ ”ہم“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں الخ اور سائب بن یزید صغار صحابہ میں سے ہیں۔ (تقریب التہذیب: ص263)

جو اپنے ہم عصر اصحاب یعنی کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم

اللہ کی تراویح کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اگر بعض الناس کو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور اس دور کے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعارف نہ ہو اپنی ”تحقیق“ کو داد دیں اور اس اثر صحیح پر لایعنی اعتراض سے باز رہیں۔

2: آل حدیث نے لکھا: یہ روایت شاذ ہے۔ (تعداد رکعات قیام ص 16)

جواب: آل حدیث کا یہ قول بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ سائب بن یزید کا یہ اثر شاذ نہیں اس لیے کہ یہ ابی بن کعب، یزید بن رومان، عبد العزیز بن رفیع، یحییٰ بن سعید، محمد بن کعب القرظی کی روایات کے مطابق ہے جن میں بیس رکعات کا ذکر ہے۔ (تفصیل آگے آرہی ہے)

3: حضرت محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ:

قال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرين رکعة۔ (قیام اللیل للمروزی ص 157)

ترجمہ: محمد بن کعب القرظی (جو جلیل القدر تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔

شبہ: یہ روایت مرسل و منقطع ہے، کیونکہ محمد بن کعب القرظی کی حضرت عمر بن الخطاب سے ملاقات ثابت نہیں۔

جواب: محمد بن کعب القرظی [م 120ھ] خیر القرون کے ثقہ محدث ہیں۔

(تقریب التہذیب ص 534)

جمہور محدثین خصوصاً احناف و موالک کے ہاں خیر القرون کا ار سال و انتقطاع مضرت نہیں۔ (تواعد فی علوم الحدیث للعثمانی ص 138 وغیرہ)

پس روایت صحیح و قابل استدلال ہے۔

4: حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ:

عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمرِ بْنِ
الْحَكَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً.

(موطا امام مالک: ص 98)

ترجمہ: یزید بن رومان کہتے ہیں کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیس رکعتیں پڑھتے تھے (بیس تراویح اور تین وتر) اس حدیث کی سند بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

شبہ:

بعض غیر مقلدین شبہ کرتے ہیں کہ یزید بن رومان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، اس لئے یہ سند منقطع ہے۔ (تعداد رکعات قیام رمضان ص 77)
جواب نمبر 1:

یہ اثر موطا امام مالک (ص 98) میں موجود ہے اور موطا امام مالک کے متعلق محدثین کی رائے یہ ہے:

قال الشافعي: أصح الكتب بعد كتاب الله موطأ مالك، واتفق أهل الحديث على أن جميع ما فيه صحيح على رأي مالك ومن وافقه، وأما على رأي غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع إلا قد اتصل السند به من طرق أخرى، فلا جرم أنها صحيحة من هذا الوجه، وقد صنف في زمان مالك موطآت كثيرة في تخریج أحاديثه ووصل منقطعه، مثل كتاب ابن أبي ذئب وابن عيينة والثوري ومعر۔
(حجة الله البالغة: ص 281، باب طبقات كتب الحديث)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب موطا

امام مالک ہے اور محدثین کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں۔ (اس لئے کہ وہ لوگ مرسل کو بھی صحیح و مقبول مانتے ہیں) اور دوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل یا منقطع ایسا نہیں ہے کہ دوسرے طرق سے اس کی سند متصل نہ ہو، اور امام مالک کے زمانے میں موطا کی حدیثوں کی تخریج کے لیے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لیے بہت سے موطا تصنیف ہوئے جیسے ابن ابی ذئب، ابن عیینہ، ثوری اور معمر کی کتابیں۔

پس لا علم لوگوں کا اعتراض باطل ہے۔

جواب نمبر 2:

یزید بن رومان م 130 ھ ثقہ راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب ص 632)
اور پہلے وضاحت سے گزر چکا ہے کہ خیر القرون کا انقطاع وارسال عند المحدثین خصوصاً احناف و مالکیہ کے ہاں صحت حدیث کے منافی نہیں۔ پس روایت صحیح و قابل استدلال ہے۔ پس اعتراض باطل ہے۔

جواب نمبر 3:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وقال الشافعي: يُقْبَلُ إِنْ اِعْتَصَدَ بِمَجِيئِهِ مِنْ وَجْهِ آخَرَ يُبَيِّنُ الطَّرِيقَ
الأولى، مسنداً أو مرسلًا۔

(نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر: ص 101)

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ مرسل کی تائید جب کسی دوسرے طریق سے ہو جائے جو طریق اول کے مابین ہی کیوں نہ ہو تو مقبول ہوتی ہے چاہے وہ دوسرا طریق مسند ہو یا مرسل۔

اور یزید بن رومان کے اثر کو دیگر کئی مرسلوں سے تائید حاصل ہے (جن کا بیان آگے آ رہا ہے) پس یہ اثر بالاتفاق مقبول ہے۔

5: حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهَمْ عَشْرِينَ رُكْعَةً.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج 2 ص 285، باب کم یصلی فی رمضان من رعتہ)

ترجمہ: یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے۔

شبہ: بعض آل حدیث نے لکھا: یحییٰ بن سعید نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پایا، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔

(ملخصاً مقدار قیام رمضان ص 76)

جواب: امام یحییٰ بن سعید 144ھ خیر القرون کے ثقہ و نیک محدث ہیں۔

(تقریب التہذیب ص 622)

اور پہلے وضاحت سے گزر چکا ہے کہ خیر القرون کا انقطاع و ارسال عند الجمہور خصوصاً عند الاحناف صحت حدیث کے منافی نہیں۔ پس اثر صحیح ہے۔

6: حضرت عبد العزیز بن رفیع رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمہ اللہ مشہور تابعی ہیں۔ حضرت انس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کے شاگرد ہیں، صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب: ج 4 ص 189، 190)

آپ فرماتے ہیں: كَانَ أَبِي بَنِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي

رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُتْرَى بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 285 کم یصلی فی رمضان من رکعت)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

فائدہ: مشہور قول کے مطابق حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب: ج 1 ص 178)

گویا عبد العزیز بن رفیع نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی تراویح کو ذکر کیا ہے، اس لیے ہم ان کی روایت اس باب میں لائے ہیں۔

شبہ: بعض غیر مقلدین نے لکھا: عبد العزیز بن رفیع کی حضرت ابی بن کعب سے ملاقات ثابت نہیں، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔

جواب: امام عبد العزیز بن رفیع م 130ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور خیر القرون کے ثقہ راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب ص 389)

اور جمہور محدثین خصوصاً عند الاحناف خیر القرون کا ارسال و انقطاع مضر صحت نہیں۔ (تفصیل گزر چکی ہے) پس اعتراض باطل ہے اور روایت ٹھیک ہے۔

7: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ:

عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس على ابى بن كعب في قيام رمضان فكان يصلى بهم عشرين ركعة. (سنن ابی داؤد ج 1 ص 211 باب القنوت فی الوتر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی امامت پر جمع فرمایا۔ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح

پڑھاتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

شبہ:

بعض لوگوں نے لکھا: ”عشرین رکعة“ کے الفاظ دیوبندی تحریف ہے۔
محمود الحسن دیوبندی (1268-1339) نے یہ تحریف کی ہے، ”عشرین لیلة“ بیس
راتیں کی بجائے ”عشرین رکعة“ بیس رکعتیں کر دیا۔ (آٹھ رکعت نماز تراویح ص 9)
بعض نے یوں لکھا: یہ بات سفید جھوٹ ہے۔ (مقدار رکعات قیام رمضان ص 30)

جواب:

اولاً:۔۔۔ حضرت ابو کاڑوی رحمہ اللہ ایک غیر مقلد سلطان محمود جلاپوری کے جواب
میں فرماتے ہیں: ”ابوداؤد کے دو نسخے ہیں، بعض نسخوں میں عشرین رکعة اور بعض
میں عشرین لیلة ہے۔ جس طرح قرآن پاک کی دو قراءتیں ہوں تو دونوں کو ماننا چا
ہیے، ہم دونوں نسخوں کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن حیلہ بہانے سے انکار حدیث کے عادی
سلطان محمود جلاپوری نے اس حدیث کا انکار کر دیا اور الثا الزام علماء دیوبند پر لگا دیا۔“
(تجلیات صفدر ج 3 ص 316)

ثانیاً:۔۔۔ جلیل القدر محدثین و محققین نے اس روایت کو نقل کیا اور ”عشرین
رکعة“ ہی نقل کیا ہے، مثلاً:

1: علامہ ذہبی نے ابوداؤد کے حوالے سے ”عشرین رکعة“ نقل کیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 176، 177، تحت ترجمہ ابی بن کعب رقم الترجمہ: 223)

2: علامہ ابن کثیر۔ (جامع المسانید والسنن ج 1 ص 55)

3: الشیخ محمد علی الصابونی۔ (الہدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح ص 56)

- 4: شیخ الہند مولانا محمود حسن۔ (سنن ابی داؤد بتحقیق شیخ الہند ج 1 ص 211)
5: نسخہ مطبوع عرب۔ (ص 1429 بحوالہ تجلیات صفر ج 3 ص 316)

یہ 5 حوالہ جات لاعلم لوگوں کو چپ کرانے کے لیے کافی ہیں۔

فائدہ: حضرت عمر کے زمانے میں پڑھی جانے والی تراویح کے چھ راوی گزر چکے ہیں جو ”عشرین رکعہ“ نقل کرتے ہیں، یہ زبردست تائید ہے کہ ”عشرین رکعہ“ والا نسخہ ابی داؤد بھی صحیح و ثابت ہے۔

خلاصہ روایات:

ان روایات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قولاً، فعلاً اور تقریراً بیس رکعت تراویح پر مواظبت ثابت ہو گئی اور یہ عمل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں شروع فرمایا جس کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی قیام رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذلک هو السنۃ لانه اقامہ بین المہاجرین والانصاء، ولم ینکرہ منکر۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج 23 ص 122)

ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین و تر پڑھاتے تھے اس لیے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس ہی سنت ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے مہاجرین اور انصار کو بیس ہی پڑھائیں۔ اور کسی نے بھی (بیس تراویح کے سنت ہونے کا) انکار نہیں کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تعداد رکعات تراویح:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی تراویح بیس رکعت ہی

پڑھی جاتی تھی، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تھی۔ قراء حضرات دو دو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور مقتدی شدت قیام کی وجہ سے تھک جاتے اور لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعَشْرِينَ رُكْعَةً وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْبَعِيزِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّلُونَ عَلَى عَصِيَّتِهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ.

(السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 496 باب ما روي في عدد ركعات القيام في شهر رمضان)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں (صحابہ کرام باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعت تراویح پر عمل ثابت ہوتا ہے نیز حضرات خلفاء خود بھی لوگوں کے ساتھ شریک ہو کر تراویح ادا کرتے۔ چنانچہ فقہ مالکی کی مشہور کتاب المدونۃ الکبریٰ میں تصریح ہے: ان عمر و عثمان کانایقومان فی رمضان مع الناس فی المسجد۔ (ج 1 ص 194)

ترجمہ: حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما رمضان المبارک میں لوگوں کے ساتھ ہی باجماعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تعداد رکعات تراویح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی تراویح بیس رکعت ہی

پڑھی جاتی تھی۔ اس تراویح کو روایت کرنے والے تین حضرات ہیں۔ ان کی مرویات پیش خدمت ہیں:

1: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ:

رَوَى الْإِمَامُ الْحَافِظُ زَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ فِي مُسْنَدِهِ كَمَا حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ أَمَرَ الَّذِي يُصَلِّيُ بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِمْ عَشْرِينَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُزَاوِجُ مَا بَيْنَ كُلِّ أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ.

(مسند الامام زید ص 159، 158)

ترجمہ: امام زید اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد آرام کا اتنا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور (یہ بھی حکم دیا کہ قاری) آخر میں وتر پڑھائے۔

فائدہ: اس روایت کی سارے راوی اہل بیت کے ہیں اور ثقہ ہیں۔

2: حضرت ابو عبد الرحمن السلمی رضی اللہ عنہ:

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّلْمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَا الْقُرَاءَ فِي رَمَضَانَ، فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّيُ بِالنَّاسِ عَشْرِينَ رَكْعَةً. قَالَ: وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُؤَيِّزُهُمْ..

(السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 496)

ترجمہ: ابو عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور حضرت علی خود انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

شبہ نمبر 1:

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اس میں ایک راوی حماد بن شعیب ضعیف ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔ اگرچہ حماد بن شعیب کی بعض ائمہ نے تضعیف کی ہے لیکن دیگر ائمہ نے اس کی توثیق بھی کی ہے مثلاً:

1: امام ابن عدی فرماتے ہیں: یکتب حدیثہ مع ضعفہ۔ (لسان المیزان: ج 2 ص 348)

یعنی اس کی حدیث اس کے ضعف کے باوجود لکھی جاسکتی ہے۔

اور ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے نزدیک ”یکتب حدیث“ کا جملہ الفاظ

تعدیل میں شمار ہوتا ہے۔ (توضیح الکلام ج 1 ص 547)

2: امام ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے (تہذیب الکمال: ج 8 ص 378)

3: علامہ ابن تیمیہ نے اسی حماد بن شعیب والی روایت سے استدلال کیا ہے۔

(منہاج السنہ ج 2 ص 224)

4: امام بیہقی نے اس اثر علی کو اثر شتیر بن شکل کی قوت کے لیے روایت کیا ہے

جو دلیل ہے کہ یہ امام بیہقی کے نزدیک قوی ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 2 ص 996)

5: علامہ ذہبی جیسے ناقد فن نے اس پر المنقذ ص 542 پر سکوت فرمایا ہے۔

(تجلیات صفہ ج 3 ص 323)

6: امام ترمذی حضرت علی سے مروی اس میں رکعت والی روایت کو صحیح مانتے

ہیں جب ہی تو استدلال کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرہما من اصحاب

النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعة۔ (سنن الترمذی ج 1 ص 166)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اصولی طور پر حماد بن شعیب حسن الحدیث درجہ کاراوی ہے اور حدیث مقبول ہے۔ ثانیاً:۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کی تراویح کے راوی حضرت حسین اور ابو الحسناء بھی ہیں۔ لہذا اس سند میں اگر ضعف ہو (جبکہ یہ حسن درجہ کی روایت ہے) تو ان مویدات کی وجہ سے ختم ہو جائے گا۔

شبہ نمبر 2:

ایک غیر مقلد نے لکھا: ”عطاء بن السائب“ مختلط راوی ہے، حماد بن شعیب ان لوگوں میں سے نہیں جنہوں نے اس سے قبل الاختلاط سنا ہے۔

(آٹھ رکعت نماز تراویح ص 13)

جواب:

اولاً:۔۔۔۔ عطاء بن السائب اگر آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے لیکن اتنے بھی نہیں کہ ان کی احادیث ضعیف قرار دی جائیں بلکہ باوجود اختلاط کے محدثین کے ہاں ان کی احادیث کم از کم ”حسن“ درجہ کی ضرور ہیں۔ مثلاً:

1: امام بیہقی ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں: ”وفیہ عطاء بن السائب وفیہ

کلام وهو حسن الحدیث“ (مجمع الزوائد ج 3 ص 142، باب التکبیر علی الجملة)

ترجمہ: اس روایت میں عطاء بن السائب ہے، اس میں کلام ہے لیکن ان کی حدیث حسن درجہ کی ہے۔

2: علامہ ذہبی فرماتے ہیں: تابعی مشہور حسن الحدیث۔

(المغنی فی الضعفاء: ج 2 ص 59، رقم الترجمة 4121)

ترجمہ: یہ مشہور تابعی ہیں اور ان کی حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔

3: امام حاکم عطاء بن السائب کی ایک روایت جسے جریر بن عبد الحمید نے روایت کیا ہے، کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: صحیح الاسناد۔

(المستدرک للحاکم: ج 5 ص 350، کتاب التوبة والإقامة)

حالانکہ جریر کا سماع بعد الاختلاط کا ہے۔

(الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح: ج 2 ص 750)

معلوم ہوا آپ اختلاط کے باوجود ”حسن الحدیث“ ہیں۔

4: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: وکان اختلط بآخره ولم یفحش حتی یتستحق ان

یعتدل به عن مسلك العدول۔ (تہذیب التہذیب ج 4 ص 493)

ترجمہ: عطاء بن السائب آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے لیکن اتنے فاحش اور زیادہ مختلط بھی نہیں ہوئے کہ وہ اختلاط کی وجہ سے عادل (وثقہ) ہیں راویوں کی راہ سے تجاوز کر جائیں۔

5: امام مسلم: انہوں نے عطاء بن السائب کو مقدمہ مسلم میں قابل اعتماد اور

طبقہ ثانیہ کا راوی شمار کیا ہے جن سے صحیح مسلم میں روایت لی ہے۔ (مقدمہ مسلم ص: 3)

لہذا یہ حسن الحدیث راوی ہے اور روایت حسن درجہ کی ہے۔

ثانیاً:۔۔ اس روایت کی مؤید دیگر روایات بھی ہیں جن میں حضرت حسین اور حضرت

ابو الحسناء کے طریق ہیں۔ پس یہ روایت مؤیدات کی وجہ سے حجت و قابل اعتماد ہے۔

3: حضرت ابو الحسناء رضی اللہ عنہا:

عَنِ أَبِي الْحَسَنَاءِ: أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيَ بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رُكْعَةً.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 285، السنن الکبری ج 2 ص 497)

ترجمہ: ابو الحسناء سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھائے۔
فائدہ: اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔ اس روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ”حکم“ دینے کا ذکر ہے۔

شبہ:

غیر مقلدین کہتے ہیں: ابو الحسناء مجہول العین ہے، لہذا روایت ضعیف ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔۔۔ عند الاحناف خیر القرون کی جہالت، تدلیس اور ارسال جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں متابعت سے یہ جرح ختم ہو گئی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت تراویح روایت کرنے میں ابو الحسناء اکیلے نہیں بلکہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام ابو عبد الرحمن سلمیٰ بھی یہی روایت کرتے ہیں۔

(تجلیات صفحہ 3 ج 3 ص 328)

ثانیاً:۔۔۔۔۔ ابو الحسناء سے دوراوی یہ روایت نقل کر رہے ہیں:

1: عمرو بن قیس۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 285)

2: ابوسعید البقال۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 497)

اور یہ دونوں بالترتیب ثقہ اور صدوق ہیں۔ (تقریب التہذیب ص 456، ص 299)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: من روی عنہ اکثر من واحد ولم یوثق الیہ

الاشارة بلفظ مستور او مجہول الحال۔ (تقریب التہذیب ص 111)

ترجمہ: جس راوی سے ایک سے زائد راوی روایت کریں اور اس کی توثیق کی گئی ہو تو اس کی طرف لفظ مستور یا مجہول الحال سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

یہاں ابو الحسناء سے بھی دو راوی یہ روایت کر رہے ہیں۔ لہذا اصولی طور پر یہ مجہول نہیں بلکہ مستور راوی بنتا ہے۔ غیر مقلدین کا اسے مجہول العین کہہ کر روایت رد کرنا شر مناک ہے۔

الحاصل ابو الحسناء مستور راوی ٹھہرتا ہے اور محدثین کے ہاں قاعدہ ہے کہ مستور کی متابعت کوئی دوسرا راوی کرے جو مرتبہ میں اس سے بہتر یا برابر ہو تو اس کی روایت حسن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”ومتی تُوَبِّحُ السَّيِّئُ الحَفِظُ، المُعْتَبَرُ: كُلُّهُ يَكُونُ فَوْقَهُ، أَوْ مِثْلَهُ، لَا دُونَهُ، وَكَذَا المَخْطِطُ الَّذِي لَمْ يَتِمِّزْ، وَالمُسْتَوْر، وَالإِسْنَادُ المَرْسَلُ، وَكَذَا المَدْلَسُ إِذَا لَمْ يُعْرَفِ المَحْذُوفُ مِنْهُ صَارَ حَدِيثُهُمْ حَسَنًا، لَا لِذَاتِهِ، بَلْ وَضَعُهُ بِذَلِكَ بِاعتبارِ المَجْمُوع“
(نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر: ص 234)

ترجمہ: جب سئی الحفظ راوی کی متابعت کسی معتبر راوی سے ہو جائے جو مرتبہ میں اس سے بہتر یا برابر ہو کم نہ ہو، اسی طرح مختلط راوی جس کی روایت میں تمیز نہ ہو سکے اور اسی طرح مستور، مرسل اور مدلس کوئی تائید کر دے تو ان سب کی روایات حسن ہو جائیں گی اپنی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ مجموعی حیثیت کے اعتبار سے۔

ابو الحسناء کی متابعت ابو عبد الرحمن نے کی ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج 2 ص 496)
اور یہ ابو الحسناء سے بڑھ کر ثقہ راوی ہے۔ اس لئے ابو الحسناء کی یہ روایت جمہور کے نزدیک بھی مقبول ہے۔

خلاصہ روایات:

ان روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیس رکعت تراویح پر ہمیشگی کی گئی۔

دیگر صحابہ و تابعین اور بیس رکعات تراویح:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن زمانوں کے خیر اور تمام زمانوں سے بہتر ہونے کی خبر دی ہے وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ ہے۔ امام بخاری حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آپ علیہ السلام کا ارشاد نقل کرتے ہیں: **خَيْرُ أُمَّتِي قَوْمِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلَوْهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلَوْهُمْ** (صحیح البخاری: ج 1 ص 362، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

ترجمہ: تمام زمانوں میں سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ جو اس کے ساتھ ملا ہے، پھر وہ جو اس کے ساتھ ملا ہے۔

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی چشم دید گواہ ہیں، ان کی راست گفتاری اور صدق مقال پر ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شاہد ہے جس طرح انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھا اسی پر ہمیشہ کاربند رہے، اسی طرح حضرات تابعین رحمہ اللہ نے بھی حضرت صحابہ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کو لیا اور پوری زندگی کے لیے راہ عمل بنالیا۔ تراویح کے بارے میں جس طرح حضرات خلفاء راشدین کا عمل تھا کہ بیس رکعت پڑھتے اور حکم دیتے رہے دیگر صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہ بھی بیس رکعت ہی پڑھتے پڑھاتے رہے۔ ذیل میں ان شخصیات میں سے چند کا عمل پیش کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بیس رکعت تراویح ہی پڑھی اور پڑھائی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

مشہور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کو یہ سعادت حاصل تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک اٹھاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعادی تھی

کہ اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔ ان کے بارے میں حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ يُصَلِّي بِنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيْلٌ، قَالَ الْأَعْمَشُ: كَانَ يُصَلِّي عَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(قیام اللیل للمروزی ص 157)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رمضان میں ہمیں تراویح پڑھاتے تھے اور گھروں سے باہر جاتے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی۔ حدیث کے راوی اعمش فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی مکمل سند عمدۃ القاری شرح البخاری للعلامة العینی میں موجود ہے، افادۃ نقل کی جاتی ہے:

رواہ محمد بن نصر المروزی قال أخبرنا يحيى بن يحيى أخبرنا حفص بن غياث عن الأعمش عن زيد بن وهب قال كان عبد الله بن مسعود .

(عمدة القاری ج 8 ص 246 باب فضل من قام رمضان)

اور یہ سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سب سے بڑا قاری ہونے کا لقب عطا فرمایا۔ آپ کے بارے میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ حضرت عبدالعزیز بن رفیع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں: کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدينة عشرین رکعة ویوتر بثلاث.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 285 کم یصلی فی رمضان من رکعة)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح

اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

شبہ:

آل حدیث نے لکھا: عبدالعزیز بن رفیع کی حضرت ابی بن کعب سے ملاقات ثابت نہیں، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔ (مقدار قیام رمضان از زئی غیر مقلد ص 76)

جواب:

امام عبدالعزیز بن رفیع م 130ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور خیر القرون کے ثقہ محدث ہیں۔ (تقریب التہذیب: ص 389)

اور جمہور محدثین خصوصاً عند الاحناف خیر القرون کا ار سال وانقطاع مضر صحت نہیں۔ (تفصیل گزر چکی ہے) پس اعتراض باطل ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ:

آپ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمرو، حضرت ابن عمر، حضرت معاویہ وغیرہ کے شاگرد ہیں، دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے۔ (تہذیب ج 4 ص 488)

آپ فرماتے ہیں:

ادركت الناس وهم يصلون ثلاثاً وعشرين ركعة بالوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج 2 ص 285)

ترجمہ: میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے۔

فائدہ: اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

امام ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ:

مشہور فقیہ اور اہل کوفہ کے نامور مفتی ہیں۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب: ج 1 ص 168)

آپ فرماتے ہیں: ان الناس كانوا يصلون خمس ترويجات في رمضان (كتاب الآثار برواية ابی یوسف: ص 41 باب السهو)

ترجمہ: لوگ رمضان میں پانچ ترویجے (بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

اس روایت کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

چند شبہات کا ازالہ:

بعض غیر مقلدین نے اس روایت پر چند شبہات کئے ہیں۔ ان کے جوابات پیش خدمت ہیں تاکہ موصوف کا مبلغ علم معلوم ہو جائے۔

شبہ نمبر 1:

یوسف بن ابی یوسف کی توثیق نامعلوم ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جب کتاب کی نسبت صاحب کتاب کی طرف مشہور ہو تو نیچے کے راوی دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: لان کتاب المشہور الغنی بشہرتہ عن اعتبار الاسناد من المصنف۔

(الکت لابن حجر ص 56)

ترجمہ: جو کتاب مشہور ہو (کہ فلاں مصنف کی ہے) تو اس کی شہرت ہمارے اور مصنف کتاب کے درمیان سند دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

لہذا توثیق کا سوال باطل ہے۔

ثانیاً:۔۔۔۔۔ الجواہر المضيئہ میں علامہ قرشی نے ان کے حالات لکھے ہیں جن سے ان کا فقیہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور فقیہ ہونا توثیق ہے۔ (الجواہر المضيئہ ص 438-439)

شہ نمبر 2:

قاضی ابو یوسف پر جرح کی گئی ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔۔۔ یہ جرح مردود ہے، اس لئے کہ امام ابو حنیفہ سے ان کی مدح و ثناء اور توثیق ثابت ہے کہ جب ایک بار امام ابو یوسف بیمار ہوئے اور امام ابو حنیفہ عیادت کے لیے آئے تو فرمایا: ”ان یمت هذا الفتی فهو اعلم من علیہا واما الی الارض“

[اگر یہ جو ان فوت ہو گیا تو علم کا نقصان ہو گا کیونکہ یہ زمین پر اعلم ہے]

ثانیاً:۔۔۔۔۔ ائمہ جرح و تعدیل اور محدثین نے آپ کو حافظ الحدیث، اثبت فی الحدیث، صاحب السنۃ، افقہ الفقہاء، سید الفقہاء، ثقہ وغیرہ فرمایا ہے۔

(حسن التفاضل من سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی للعلامۃ الکوثری)

لہذا ان پر جرح باطل ہے۔

سیدنا شتیر بن شکل رحمۃ اللہ علیہ:

نامور تابعی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ نیز

حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ام حبیبہ، حضرت حفصہ سے بھی روایت لی ہے۔

(تہذیب التہذیب: ج 3 ص 138)

آپ کے بارے میں روایت ہے:

عَنْ شَتِيرِ بْنِ شَكْلٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوُتْرَ.

(مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ: ج 2 ص 285 باب كم يصلي في رمضان من رُبعية)

ترجمہ: حضرت شتیر بن شکل لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور (تین رکعت) وتر پڑھاتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔

سیدنا ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو سعید وغیرہ کے شاگرد ہیں اہل کوفہ میں اپنا علمی مقام رکھتے تھے۔ (تہذیب ج 2 ص 679)

آپ کے بارے میں روایت ہے: عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيَ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ: ج 2 ص 285 باب كم يصلي في رمضان من ركعة.)

رمضان میں پانچ ترویکے یعنی بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔

سیدنا سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ مشہور تابعی ہیں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اور ان سے روایت لی ہے۔ (تہذیب التہذیب: ج 3 ص 107)

آپ کے بارے میں ابو الخضیب روایت کرتے ہیں: كَانَ يُؤْمِنَا سُؤْيُدُ بْنُ غَفَلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّيُ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ عَشْرِينَ رُكْعَةً.

(السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 496 باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان)

ترجمہ: حضرت سوید بن غفلہ ہمیں رمضان میں پانچ ترویکے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

سیدنا ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ:

مشہور تابعی ہیں، تیس صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

(تہذیب التہذیب: ج 4 ص 559)

آپ کے متعلق نافع بن ابن عمر کہتے ہیں:

كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رُكْعَةً.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج 2 ص 285 باب کم یصلی فی رمضان من رُکْعَةٍ)

ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

فائدہ: اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ:

آپ کبار تابعین میں سے ہیں، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر،

حضرت ابن عمر، حضرت عدی بن حاتم وغیرہ سے روایت لی ہے۔ اہل کوفہ میں علمی

مقام رکھتے تھے۔ حجاج بن یوسف نے ظلماً قتل کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب: ج 2 ص 625)

آپ کے بارے میں اسماعیل بن عبد المالك فرماتے ہیں:

كَانَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ يَوْمُنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَكَانَ يَقْرَأُ بِالْقِرَاءَتَيْنِ جَمِيعًا

يَقْرَأُ لَيْلَةَ بَقْرَةَ بْنِ مَسْعُودٍ فَكَانَ يَصِلُ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ.

(مصنف عبد الرزاق: ج 4 ص 204 باب قیام رمضان)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ رمضان کے مہینے میں ہماری امامت کرواتے

تھے آپ دونوں قرأتیں پڑھتے تھے ایک رات ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت

(اور دوسری رات حضرت عثمان کی قرأت) آپ رحمہ اللہ پانچ ترویجے (یعنی بیس

رکعت) پڑھتے تھے۔

سیدنا علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ:

آپ مشہور تابعی ہیں۔ حضرت علی، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت سمرہ بن جندب جیسے جلیل القدر صحابہ کے شاگرد ہیں۔ حدیث میں قابل اعتماد ہستی تھے۔
(تہذیب التہذیب: ج 4 ص 596)

حضرت سعید بن عبید رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج 2 ص 285 باب کم یصلی فی رمضان من رکتہ)

ترجمہ: حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ رمضان میں پانچ ترویجے (یعنی بیس رکعت) اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

فائدہ: اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

سیدنا حارث رضی اللہ عنہ:

عَنِ الْحَارِثِ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ كَانَ يُؤْمَرُ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج 2 ص 285 باب کم یصلی فی رمضان من رکتہ)

ترجمہ: حضرت حارث رحمہ اللہ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

شاگردان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر، سعید بن ابی الحسن اور عمران العبیدی رحمہم اللہ یہ تینوں حضرت علی کے شاگردوں میں سے تھے۔ یونس رحمہ اللہ سے روایت فرماتے ہیں: ادرکت مسجد الجامع قبل فتنۃ ابن الاشعث یصلی بہم عبد الرحمن بن ابی

بکرو سعید بن ابی الحسن و عمران العبدی کانوا یصلون خمس تراویح۔

(قیام اللیل للمروزی: ص 158)

ترجمہ: میں نے ابن الاشعث کے فتنہ سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہ اللہ لوگوں کو پانچ ترویجے (بیس رکعت) پڑھاتے تھے۔

خلاصہ روایات:

ان روایات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین کرام رضی اللہ عنہ رمضان مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔
جمہور علماء کا موقف اور اجماع امت:

(1)۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں: اجمع الصحابہ علی ان التراويح عشرون رکعة۔
(المرقات ج 3 ص 194)

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیس رکعت تراویح ہونے پر اجماع کیا ہے۔
نیز شرح نقایہ میں لکھتے ہیں:

فصار اجماعا لماروی البیہقی بأسناد صحیح: انہم کانوا یقیمون علی عہد عمر بعشرین رکعة و علی عہد عثمان و علی رضی اللہ عنہما۔

(ج 1 ص 342، فصل فی صلاة التراويح)

ترجمہ: پس (بیس رکعت) پر اجماع ہو گیا کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے، ایسے ہی خلافت عثمان اور خلافت علی رضی اللہ عنہما میں بھی۔

(2)۔ علامہ سید محمد بن محمد الزبیدی الشہیر بالمرتضیٰ فرماتے ہیں:

وبالاجماع الذى وقع فى زمن عمر اخذ ابو حنيفة والنووى والشافعى واحمد والجمهور واختاره ابن عبد البر۔

(اتحاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين ج 3 ص 422)

ترجمہ: اس اجماع کی وجہ سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا تھا، امام ابو حنیفہ، امام نووی، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ اور جمہور حضرات نے (بیس رکعت تراویح) کو اختیار کیا ہے اور اسی کو علامہ ابن عبد البر نے بھی پسند کیا ہے۔

(3)۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واكثر اهل العلم على ما روى عن علي وعمر وغيرهما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة۔ (سنن الترمذی ج 1 ص 166)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(4)۔ مشہور فقیہ، ملک العلماء علامہ ابو بکر الکاسانی رحمہ اللہ اپنی کتاب بدائع الصنائع میں اس اجماع کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: والصحيح قول العامة لما روى ان عمر رضي الله عنه جمع ابى بن كعب فيصلى بهم في كل ليلة عشرين ركعة ولم ينكر عليه احد فيكون اجماعا منهم على ذلك۔

(بدائع الصنائع ج 1 ص 644)

ترجمہ: صحیح عام علماء ہی کا قول ہے، اس لیے کہ یہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان المبارک میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیا انہوں نے ان کو ہر رات بیس رکعت پڑھائیں اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ پس یہ صحابہ کرام کی طرف سے بیس رکعت پر اجماع ہو گیا۔

(5)۔ مشہور محدث علامہ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی مشرقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اعلم ان صلاة التراويح سنة باتفاق العلماء وهي عشرون ركعة۔

(کتاب الاذکار ص 226)

ترجمہ: نماز تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعتیں ہیں۔

(6)۔ علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء

وهو الصحيح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابة۔

(عمدة القاری شرح صحیح بخاری ج 8 ص 246)

ترجمہ: بیس رکعت تراویح جمہور علماء کا قول ہے اور یہی قول اہل کوفہ، امام شافعی

اور اکثر فقہاء کرام کا ہے اور حضرت ابی بن کعب سے بھی یہی قول صحت سے مروی

ہے، صحابہ میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

(7)۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(وهی عشرون ركعة) هو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً۔

(رد المحتار لابن عابدین شامی ج 2 ص 495)

ترجمہ: بیس رکعت ہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر شرقا و غربا پوری امت کا عمل ہے۔

(8)۔ استاذ المحدثین فقیہ النفس، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس

اللہ سرہ اپنے رسالہ الحق الصریح میں فرماتے ہیں: الحاصل ثبوت بست رکعت باجماع

صحابہ رضی اللہ عنہ در آخر زمان عمر رضی اللہ عنہ ثابت شد پس سنت باشد و کسے کہ از

سنت آہ انکار دارد خطاست۔

(الحق الصریح ص 14)

خلاصہ یہ کہ بیس رکعات کا ثبوت اجماع صحابہ سے ثابت شدہ ہے، لہذا یہی

سنت ہے اور جو شخص اس کے سنت ہونے کا انکار کرے وہ غلطی پر ہے۔

بلاد اسلامیہ میں تعداد رکعات تراویح:

بلاد اسلامیہ، اسلامی تعلیمات کے آئینہ دار ہوتے ہیں خصوصاً جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا دور مبارک ہو تو ان میں اسلام کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ رمضان المبارک میں جب ان پر نظر ڈالی جائے تو ان میں مسلمان بیس تراویح پڑھتے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں مشہور اسلامی شہروں میں پڑھی جانے والی تراویح کی مختصر تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

اہل مکہ:

1: امام دارالہجرۃ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وبمكة ثلاث وعشرين.
(نیل الاوطار: ج 1 ص 514)

مکہ میں تیس رکعت (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھے جاتے ہیں۔

2: امام عطاء بن ابی رباح مشہور تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر وغیرہ جلیل القدر صحابہ کے شاگرد ہیں دو سو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔
(تہذیب التہذیب: ج 4 ص 488)

آپ مکی ہیں، اپنے شہر میں پڑھی جانے والی تراویح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ادرکت الناس وهم يصلون ثلاث وعشرين ركعة بالوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج 2 ص 285 باب کم یصلی فی رمضان من رکعة)

میں نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے۔

3: مشہور امام فقیہ محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: هكذا ادرکت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة۔
(جامع الترمذی: ج 1 ص 166)

میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے پایا ہے۔

اہل مدینہ:

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کے دار الخلافہ کی حیثیت سے عہد فاروقی میں تراویح کو اجتماعی شکل دینے کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا، جیسا کہ ماقبل میں بالتفصیل گزرا کہ دور صدیقی و عثمانی میں مدینہ منورہ میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی۔

1: حضرت ابن ابی ملیکہ مشہور تابعی ہیں، تیس صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔ آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ج 3 ص 559)

آپ کے متعلق نافع بن عمر فرماتے ہیں: کان ابن ابی ملیکہ یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة (مصنف ابن ابی شیبہ: ج 2 ص 285 باب کم یصلی فی رمضان من رُبعۃ) حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

2: حضرت داؤد بن قیس رحمہ اللہ جو مدینہ کے رہنے والے تھے، مشہور محدث و حافظ تھے، فرماتے ہیں: ادرکت الناس بالمدينة فی زمن عمر بن عبد العزيز وابان بن عثمان یصلون ستا وثلاثین رکعة ویوترون بثلاث (مصنف ابن ابی شیبہ: ج 2 ص 285 باب کم یصلی فی رمضان من رُبعۃ)

میں نے مدینہ میں خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اور ابان بن عثمان کے دور میں لوگوں کو چھتیس رکعت (تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے۔

36 رکعات تراویح کیسے بنی؟ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

تشبیہا بأهل مكة حيث كانوا يطوفون بين كل ترويحتين طوافا ویصلون رکعتیه ولا یطوفون بعد الخامسة فأراد اهل المدينة مساواتهم فجعلوا مکان کل طواف اربع رکعات۔ (الحاوی للفتاوی ج 1 ص 336)

ترجمہ: اہل مدینہ نے اہل مکہ کی مشابہت کے لیے 36 رکعات اختیار کر لیں کیونکہ

اہل مکہ چار رکعت کے بعد طواف کعبہ کر لیتے تھے اور پانچویں ترویجہ کے بعد طواف نہیں کرتے تھے۔ پس اہل مدینہ طواف کی جگہ پر 4 رکعات کے بعد 4 رکعات (نفل) پڑھ لیتے تھے۔

گویا ان کی اضافی رکعات تراویح کا حصہ نہ تھیں بلکہ درمیان کی نفلی عبادت میں شامل تھیں۔ تراویح فقط بیس رکعات ہی تھیں۔

اہل کوفہ:

کوفہ اسلامی شہر ہے جو عہد فاروقی میں 17ھ میں بحکم امیر المومنین تعمیر کیا گیا۔ فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبت صحابی کو تعلیم و تدریس کے لیے کوفہ شہر بھیجا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دار الخلافہ بنایا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس شہر میں چار ہزار حدیث کے طلبہ اور چار سو فقہاء موجود تھے۔ امام بخاری فرماتے کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ کوفہ طلب حدیث کے لیے کتنی مرتبہ گیا ہوں۔ (مقدمہ نصب الراية للکوثری ملخصاً)

1: کوفہ کے مشہور فقیہ، مفتی اہل کوفہ حضرت ابراہیم بن یزید نخعی فرماتے ہیں: الناس كانوا يصلون خمس ترويجات في رمضان۔ (کتاب الاثار: ص 41)

لوگ (صحابہ و تابعین) رمضان میں پانچ ترویجے (یعنی بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

2: مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر جنہوں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے علم حاصل کیا کوفہ ہی میں شہید کیے گئے، آپ کے بارے میں منقول ہے: عن إسماعيل بن عبد الملك قال كان سعيد بن جبير يؤمنا في شهر رمضان فكان يقرأ بالقراءتين جميعاً يقرأ ليلة بقراءة بن مسعود فكان يصل خمس ترويجات۔ (مصنف عبد الرزاق ج 4 ص 204 باب قيام رمضان)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیرؓ رمضان کے مہینے میں ہماری امامت کرواتے تھے آپ دونوں قرائتیں پڑھتے تھے ایک رات ابن مسعودؓ کی قرأت (اور دوسری رات حضرت عثمان کی قرأت) آپ پانچ ترویعے (یعنی بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

3: حضرت شتیر بن شکل، حضرت علی کے شاگرد تھے کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ عَنْ شَتِيرِ بْنِ شَكْلٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوُتْرَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج 2 ص 285 باب کم یصلی فی رمضان من رُکعتہ)

حضرت شتیر بن شکل لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

4: حضرت حارث ہمدانی، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد تھے، 65ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ آپ کے بارے میں روایت ہے: عَنْ الْحَارِثِ: أَنَّهُ كَانَ يُؤْمَرُ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج 2 ص 285 باب کم یصلی فی رمضان من رُکعتہ)

حضرت حارث رحمہ اللہ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

5: مشہور تابعی امام سفیان ثوری کوفہ کے رہنے والے تھے، 161ھ میں وفات پائی۔ قَالَ التِّرْمِذِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: رَوَى عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ۔ (جامع الترمذی ج 1 ص 166)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی موقف امام سفیان ثوری کا بھی ہے۔

اہل بصرہ:

حضرت یونس بن عبید جو حضرت حسن بصری اور امام ابن سیرین کے شاگرد اور سفیان ثوری و شعبہ کے استاد ہیں، فرماتے ہیں: ادرکت مسجد الجامع قبل فتنۃ ابن الاشعث یصلی بہم عبدالرحمن بن ابی بکر وسعید بن ابی الحسن وعمران العبدی کانوا یصلون خمس تراویح۔ (قیام اللیل للروزی ص 158)

ترجمہ: میں نے ابن الاشعث کے فتنہ سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہ اللہ لوگوں کو پانچ ترویح (بیس رکعت) پڑھاتے تھے۔

ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اور بیس رکعات تراویح:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سنتوں اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مقدس طریقوں کی حفاظت و تدوین جس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ حضرات ائمہ اربعہ نے فرمائی ہے یہ مقام امت میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اسی لیے پوری امت ان ہی کی رہنمائی میں پاک سنتوں پر عمل کر رہی ہے، یہ تمام ائمہ بیس رکعات کے قائل تھے، تفصیل پیش خدمت ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ:

امام اعظم فی الفقہاء امام ابو حنیفہ اور آپ کے تمام مقلدین بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

1: علامہ ابن رشد اپنی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

فاختار... ابو حنیفہ... القیام بعشرین رکعة سوی الوتر۔ (ج 1 ص 214)

امام ابو حنیفہ کے ہاں قیام رمضان بیس رکعت ہے، وتر علاوہ ہیں۔

2: امام قاضی خان حنفی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: عن ابی حنیفۃ قال القیام فی شہر رمضان سنۃ.... کل لیلۃ سوی الوتر عشرین رکعۃ خمس ترویجات -

(فتاویٰ قاضی خان ج 1 ص 112)

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ رمضان میں ہر رات بیس رکعت یعنی پانچ ترویجے و تتر کے علاوہ پڑھنا سنت ہے۔

3: علامہ ابن عابدین شامی جو فقہ حنفی کے عظیم محقق ہیں، فرماتے ہیں:

(قوله وعشرون رکعة) وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقا وغربا
(رد المحتار ج 2 ص 495)

بیس رکعات ہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر شرقا و غربا پوری امت کا عمل ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ:

امام مالک نے ایک قول کے مطابق بیس رکعت تراویح کو مستحسن کہا ہے۔

علامہ ابن رشد فرماتے ہیں: واختار مالك في احد قوليه... القیام بعشرین رکعۃ
(بدایۃ المجتہد ج 1 ص 214)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے ایک قول میں بیس رکعت تراویح کو اختیار فرمایا ہے۔
دوسرا قول چھتیس کا ہے جن میں بیس تراویح اور سولہ نفل تھیں تفصیل گزر چکی۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

ائمہ اربعہ میں سے مشہور امام ہیں، آپ فرماتے ہیں:

احب الی عشرین.... وکذا لک یقومون بمکة۔

(قیام اللیل ص 159)

مجھے بیس رکعت تراویح پسند ہے، مکہ میں بھی بیس رکعت پڑھتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: وہ کذا ادرکت ببلدنا بمكة یصلون
عشرین رکعة۔ (جامع الترمذی ج 1 ص 166 باب ماجاء فی قیام شہر رمضان)

میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھتے پایا ہے۔
مشہور شافعی عالم محقق العصر امام نووی دمشقی فرماتے ہیں: اعلم ان صلوۃ
التراویح سنة باتفاق العلماء وہی عشرون رکعة۔ (کتاب الاذکار: ص 226)
تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

آپ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے۔ چنانچہ فقہ حنبلی کے ممتاز ترجمان
امام ابن قدامہ لکھتے ہیں: والمختار عندابی عبد اللہ (احمد بن حنبل) فیہا عشرون
رکعة وبهذا قال الثوری وابو حنیفة والشافعی۔ (المغنی ج 1 ص 802)
ترجمہ: مختار قول کے مطابق امام احمد بن حنبل بیس رکعت کے قائل تھے اور یہی
مذہب امام سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔

مشائخ عظام اور بیس رکعت تراویح:

امت مسلمہ میں جو مشائخ گزرے ہیں ان کا عمل، اخلاق اور حسن کردار اس
امت کے لیے قابل اتباع ہے، ان کی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی بیس رکعت پر
عمل پیرا نظر آتے ہیں جو یقیناً رشد و ہدایت کی دلیل ہے۔

1: شیخ ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ 505ھ:

التراویح وہی عشرون رکعة و کیفیتہا مشہورة وہی سنة موكدة۔
(احیاء العلوم ج 1 ص 123)
ترجمہ: تراویح بیس رکعات ہیں جن کا طریقہ مشہور ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہیں۔

2: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ م 561ھ:

آپ علوم اسلامیہ کے ہر فن میں بے بدل عالم، تصوف و سلوک کے مشہور امام تھے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں تراویح سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

صلوة التراويح سنة النبي وهي عشرون ركعة. (ص: 267، 268)

تراویح کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور بیس رکعت ہے

3: شیخ امام عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ م 973ھ:

آپ مشہور محدث، فقیہ اور سلسلہ تصوف میں ایک خاص مقام کے مالک تھے۔ اپنی مشہور زمانہ کتاب ”المیزان الکبریٰ“ میں تحریر فرماتے ہیں: التراويح فی شہر رمضان عشرون رکعة۔ (ص 153)

ترجمہ: تراویح رمضان میں بیس رکعت ہے۔

حرین شریفین اور بیس رکعات تراویح:

اسلام کے دو مقدس حرم؛ حرم مکہ و حرم مدینہ میں چودہ سو سال سے بیس رکعت سے کم تراویح پڑھنا ثابت نہیں بلکہ بیس رکعت ہی متواتر و متواتر عمل رہا ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے سابق قاضی شیخ عطیہ سالم نے مسجد نبوی میں نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر ”التراويح اکثر من الف عام“ کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف فرما کر ثابت کیا ہے کہ چودہ سو سالہ مدت میں بیس رکعت متواتر عمل ہے، اس سے کم ثابت نہیں۔ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کی طرف سے ”کلیۃ الشریعۃ والدراست الاسلامیۃ“ مکہ مکرمہ کے استاذ شیخ محمد علی صابونی کا ایک رسالہ ”الہدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراويح“ کے نام سے شائع کیا گیا

ہے جس میں شیخ صابونی نے عہد خلافت راشدہ سے لے کر عہد حکومت سعودیہ تک مکہ مکرمہ و مسجد حرام میں ہمیشہ بیس رکعات تراویح پڑھے جانے کا ثبوت دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ احادیث و آثار، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے افعال، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اقوال سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(1)۔۔۔ آپ علیہ السلام نے لوگوں کو قیام رمضان کی بہت ترغیب دی، خود بھی پڑھتے رہے، تین دن اس کی جماعت کرائی اور امت کے لیے اسے مسنون قرار دیا۔

(2)۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ کی احادیث سے ظاہر ہے۔ چونکہ ان روایات کو امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے یہ صحیح لغیرہ کے درجہ میں ہیں۔

(3)۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر پیشگی فرمائی اور بیس رکعت پر امت کو جمع کیا۔ تمام مہاجر و انصار صحابہ کی موجودگی میں اس پر اجماع ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی۔

(4)۔۔۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور حضرات تابعین بھی بیس رکعت تراویح کے قائل و فاعل رہے۔

(5)۔۔۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اور ان کے مقلدین بیس رکعت ہی پڑھتے چلے آ رہے ہیں، گویا یہ عملاً متوارث و متواتر ہے۔

(6)۔۔۔ بلاد اسلامیہ خصوصاً مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ و کوفہ وغیرہ میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی ہے۔

(7)۔۔۔ امت مسلمہ کے مشائخ و بزرگان میں رکعت پر ہی عمل پیرا ہے۔

(8)۔۔۔ عرصہ چودہ سو سال سے اسلام کے عظیم مراکز حرمین شریفین میں میں رکعت ہی پڑھائی جاتی ہیں اور آج بھی رمضان المبارک کی بہاروں میں میں رکعت ہی پڑھی جاتی ہے۔

غیر مقلدین کے موقف اور شبہات کی حقیقت:

محترم قارئین! سابقہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ نماز تراویح میں رکعات ہی ہیں، لیکن غیر مقلدین اس متواتر عمل کو چھوڑ کر آٹھ رکعات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ہم بتوفیق اللہ ان کے خود ساختہ موقف اور دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

دلیل نمبر 1:

غیر مقلدین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بڑے زور و شور سے پیش کرتے ہیں کہ اس سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہے۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن عبد الرحمن نے ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ”ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدى عشرة رکعة یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنہن و طولہن ثم یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنہن و طولہن ثم یصلی ثلاثاً“ (صحیح بخاری)

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھے، پس کچھ نہ پوچھو کتنی حسین و لمبی ہوتی تھیں، اس کے بعد پھر چار رکعت پڑھتے، کچھ نہ پوچھو کتنی حسین اور لمبی ہوتی تھیں، پھر تین رکعت و تر پڑھتے تھے۔

جواب نمبر 1:

اس روایت سے آٹھ رکعت تراویح پر استدلال باطل ہے، اس لیے:

1: اس میں ”رمضان وغیر رمضان“ میں ہمیشہ گیارہ رکعت پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے، غیر رمضان میں نہیں۔ حدیث کے جملہ ”ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ“ سے یہی بات سمجھ میں آرہی ہے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس سے وہ نماز مراد ہے جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں پڑھی جاتی ہے اور وہ نماز تہجد ہے [وضاحت آگے آرہی ہے]

2: اس حدیث میں گیارہ رکعت تہجد پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت کے ساتھ اور تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہے۔

3: اس میں ایک سلام سے چار رکعت کا ذکر ہے جبکہ تراویح ایک سلام سے دو دور رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

جواب نمبر 2:

محدثین کے نزدیک بھی یہ حدیث تراویح کے متعلق نہیں۔ کیونکہ عام طور پر حضرات محدثین کا طرز یہ ہے کہ تہجد کے لیے ”باب قیام اللیل“ اور تراویح کے لیے ”باب قیام رمضان“ قائم کرتے ہیں۔

ذیل میں ایک جدول بنایا جا رہا ہے جس میں اس بات کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ نماز تراویح اور نماز تہجد میں فرق ہے جو لوگ اس کو ایک سمجھتے ہیں وہ کم علمی کا شکار ہیں اور سخت غلطی پر ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے!

نام کتاب	باب تہجد	باب تراویح
صحیح بخاری	باب فضل قیام اللیل	باب فضل من قام رمضان
صحیح مسلم	باب صلوة اللیل	باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح
سنن ابی داؤد	باب فی صلوة اللیل	باب قیام شہر رمضان
جامع ترمذی	باب فی فضل صلوة اللیل	باب ماجاء فی قیام شہر رمضان
سنن نسائی	کتاب قیام اللیل	ثواب من قام وصام
سنن ابن ماجہ	باب ماجاء فی قیام اللیل	باب ماجاء فی قیام شہر رمضان
موطا امام مالک	باب فی صلوة اللیل	باب فی قیام رمضان
موطا امام محمد	باب فی صلوة اللیل	باب قیام شہر رمضان
مشکوٰۃ شریف	باب فی صلوة اللیل	باب قیام شہر رمضان
ریاض الصالحین	باب فضل قیام اللیل	باب استحباب قیام رمضان وهو التراویح
صحیح ابن حبان	فصل قیام اللیل	فصل فی التراویح
مجمع الزوائد	باب فی صلوة اللیل	قیام رمضان
سنن کبری للبیہقی	باب فی صلوة اللیل	باب فی قیام شہر رمضان
جمع الفوائد	صلوة اللیل	قیام رمضان والتراویح وغیر ذالک
قیام اللیل للمرزی	باب فی صلوة اللیل	قیام رمضان
بلوغ المرام	صلوة التطوع	قیام رمضان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت کو محدثین نے باب صلوة

اللیل (یعنی تہجد کے باب) میں ذکر فرمایا ہے۔

جدول ملاحظہ ہو!

نام کتاب	باب
صحیح بخاری	ج 1 ص 154 کتاب التہجد
صحیح مسلم	ج 1 ص 254 باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل
سنن ابی داؤد	ج 1 ص 189 باب صلاة اللیل
جامع ترمذی	ج 1 ص 98 باب صلاة اللیل
موطا امام مالک	ص 99 باب فی صلوة اللیل
سنن النسائی	ج 1 ص 237 کتاب قیام اللیل
زاد المعاد لابن القيم	ص 125 قیام اللیل

حضرات محدثین کا اس حدیث کو قیام اللیل (یعنی تہجد کے باب) میں ذکر کرنا دلیل ہے کہ یہ تہجد سے متعلق ہے نہ کہ تراویح کے متعلق۔

جواب نمبر 2 پر اعتراض:

اس کو امام بخاری ”باب فضل من قام رمضان“ اور امام محمد ”باب قیام شہر رمضان“ میں بھی لائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ تراویح کے متعلق ہے۔

جواب:

امام بخاری اور امام محمد اس روایت کو تہجد اور قیام رمضان وغیرہ میں لائے تاکہ ثابت کریں کہ تہجد جس طرح غیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے اسی طرح رمضان میں بھی پڑھی جاتی ہے۔

فائدہ: غیر مقلدین کا خود بھی اس روایت پر عمل نہیں، کیونکہ رمضان اور غیر رمضان میں تین رکعات وتر کا ذکر ہے لیکن یہ لوگ ایک وتر پڑھتے ہیں۔

دلیل نمبر 2:

غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح پر یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر رمضان ثمان ركعات واوتر فلما كانت القابلة اجتمعنا في المسجد ورجونا ان يخرج فلم نزل فيه حتى اصبحتنا ثم دخلنا فقلنا يا رسول الله اجتمعنا الباحة في المسجد ورجونا ان تصلي بنا فقال اني خشيت ان يكتب عليكم (المعجم الصغير للطبراني)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعتیں اور تین و تر پڑھائے۔ جب دوسری رات ہوئی تو ہم مسجد میں جمع ہو گئے۔ ہم اس امید میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، ہم اسی انتظار میں بیٹھے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم رات کو اس امید پر جمع ہوئے تھے کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف تھا کہ یہ نماز تم پر کہیں فرض نہ ہو جائے۔ [اس لیے نہیں پڑھائی]

یہی روایت صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور قیام اللیل للمروزی میں بھی موجود ہے

جواب:

مذکورہ کتب میں یہ روایت دو سندوں سے آتی ہے۔

1: اسحاق - ابوالریح - یعقوب قتی - عیسیٰ بن جاریہ - جابر بن عبد اللہ

2: محمد بن حمید الرازی - یعقوب قتی - عیسیٰ بن جاریہ - جابر بن عبد اللہ

ان دونوں طریق میں درج ذیل رواۃ ضعیف و مجروح ہیں۔

عیسیٰ بن جاریہ:

حضرت جابر بن عبد اللہ سے نقل کرنے والے صرف ایک راوی ہیں عیسیٰ بن جاریہ، انہی پر اس روایت کا مدار ہے، ابن خزیمہ کے حاشیہ پر اس کے بارے میں لکھا ہے: عیسیٰ بن جاریہ فیہ لین۔ (صحیح ابن خزیمہ ج 1 ص 531)

ترجمہ: عیسیٰ بن جاریہ میں کمزوری ہے۔

دیگر محدثین نے بھی اس پر جروح کی ہیں:

1: امام یحییٰ بن معین: لیس بذالک عندہ مناکیب [یہ شخص قوی نہیں نیز اس کے پاس منکر روایات پائی جاتی ہے]

2: امام نسائی: منکر الحدیث [اس کی حدیث میں نکارت پائی جاتی ہے]

3: امام ابو داؤد: منکر الحدیث [اس کی حدیث میں نکارت پائی جاتی ہے]

4: امام نسائی: متروک الحدیث [اس کی روایات کو محدثین نے ترک کر دیا ہے]

5: امام ابن عدی: احادیثہ غیر محفوظہ [اس کی احادیث غیر محفوظ ہیں]

6: امام ساجی: ضعفاء میں شمار کیا۔

7: امام عقیلی: ضعفاء میں شمار کیا۔

(میزان الاعتدال ج 3 ص 312، تہذیب التہذیب ج 5 ص 193، 192)

یعقوب قتی:

یہ راوی دونوں سندوں میں موجود ہے۔ اس کا نام یعقوب بن عبد اللہ القمی ہے۔ یہ بھی مجروح راوی ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں: لیس بالقوی۔

(میزان الاعتدال ج 5 ص 178)

یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

یہ روایت ضعیف، متروک اور صحیح روایات کے مقابلے میں ناقابل حجت ہے۔

دلیل نمبر 3:

حدثنا عبد الاعلی حدثنا یعقوب عن عیسی بن جارية حدثنا جابر بن عبد الله قال جاء ابي ابن كعب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان كان منى الليلة شئى يعنى فى رمضان قال وما ذاك يا ابي قال: نسوة فى دارى قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلى بصلا تك قال فصليت بهن ثمان ركعات ثم اوترت قال فكان شبه الرضاء ولم يقل شيئاً۔

(مسند ابی یعلیٰ)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آج رات میرے ساتھ ایک بات پیش آئی یعنی رمضان میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابی! وہ کیا بات ہے؟، حضرت ابی نے کہا: میرے گھر میں عورتیں تھیں، انہوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں، اس لیے ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گی، پس میں نے انہیں آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے۔ تو یہ رضا کی مثل ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا۔

جواب نمبر 1:

اس سند میں وہی عیسیٰ بن جاریہ اور یعقوب القمی موجود ہیں، جو سخت مجروح اور ضعیف ہیں۔ ان پر جرح ہم ماقبل میں ذکر کر آئے ہیں۔ لہذا یہ روایت سخت ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔

جواب نمبر 2:

اس روایت کے تمام طرق جمع کریں تو کئی قرائن ملتے ہیں کہ یہ مضطرب ہے

1: یہ روایت تین کتابوں میں ہے۔ مسند احمد میں سرے سے "رمضان" کا لفظ ہی نہیں، مسند ابی یعلیٰ میں "یعنی رمضان" کا لفظ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہم راوی ہے نہ کہ روایت، قیام اللیل مروزی میں "فی رمضان" کا لفظ ہے جو یقیناً کسی تحتانی راوی کا ادراج ہے۔ جب اس روایت میں "فی رمضان" کا لفظ ہی مدرج ہے تو اسے تراویح سے کیا تعلق رہا؟

2: مسند ابی یعلیٰ اور قیام اللیل للمروزی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت ابی بن کعب کا ہے جبکہ مسند احمد کی روایت میں الفاظ ہیں: عن جابر عن ابی بن کعب قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم الخ۔ [حضرت جابر حضرت ابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کسی اور کا ہے، حضرت ابی بن کعب کا نہیں۔

3: سب سے بڑھ کر یہ کہ آٹھ رکعت پڑھنے والا یہ کہتا ہے: "انہ کان منی اللیلة شئی" [رات مجھ سے یہ کام سرزد ہو گیا] اور عملت اللیلة عملاً [میں نے آج رات ایسا عمل کیا]۔ معلوم ہوا کہ اس نے اسی رات آٹھ پڑھیں تھیں اس سے پہلے معمول آٹھ کا نہیں تھا، اس لئے تو اس نے کہا کہ میں نے یہ انوکھا کام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے کہ جب یہ خود اس کام کو انوکھا سمجھ رہا ہے تو خواہ مخواہ اس کی تردید کیوں کی جائے۔

دلیل نمبر 4:

سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں۔ (موطا امام مالک)

جواب 1:

امر اول: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی تراویح کے ناقل یہ راوی ہیں:

نمبر شمار	راوی	تعداد رکعت	ماخذ
1	السائب بن یزید	تفصیل آگے	----
2	یزید بن رومان	23 [مع الوتر]	موطا امام مالک
3	عبد العزیز بن رفیع	20	مصنف ابن ابی شیبہ
4	ابی بن کعب	20	مسند احمد بن منیع
5	یحییٰ بن سعید	20	مصنف ابن ابی شیبہ
6	محمد بن کعب القرظی	20	قیام اللیل للمروزی
7	حسن بصری	20	سنن ابی داؤد

یہ تمام رواۃ میں رکعت تراویح ہی روایت کرتے ہیں، رہے سائب بن یزید تو ان کی روایت کی تفصیل درج ذیل ہے: سائب بن یزید کے تین شاگرد ہیں:

نمبر شمار	راوی	تعداد رکعات	ماخذ
1	یزید بن خصیفہ	20	السنن الکبریٰ
2	حارث بن عبد الرحمن ابی ذہاب	23 [مع الوتر]	مصنف عبد الرزاق
3	محمد بن یوسف	تفصیل آگے	---

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سائب بن یزید کے تین شاگردوں میں سے یزید بن خصیفہ ہیں اور حارث بن عبد الرحمن ابی ذہاب تینیں [مع الوتر] نقل کرتے ہیں، البتہ محمد بن یوسف نے دو باتوں میں اختلاف کیا ہے۔

1: یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبد الرحمن ابی ذہاب قاریوں کی تعداد نہیں بتاتے لیکن محمد بن یوسف نے بتائی ہے کہ دو تھے؛ ابی بن کعب اور تمیم داری۔

2: اول الذکر دو راوی تراویح میں ہی نقل کرتے ہیں لیکن اس نے تراویح کی تعداد گیارہ، تیرہ اور اکیس نقل کی۔

محمد بن یوسف کے شاگردوں کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

نمبر شمار	راوی	تعداد رکعات	ماخذ
1	امام مالک	11	موطا امام مالک
2	یحییٰ بن سعید القطان	11	مصنف ابن ابی شیبہ
3	عبد العزیز بن محمد الدرّاوزدی	11	سعید بن ابی منصور
4	محمد بن اسحاق	13	قیام اللیل للمروزی
5	داؤد بن قیس وغیرہ	21	مصنف عبد الرزاق

اس سے واضح ہوتا ہے کہ محمد بن یوسف کے پانچوں شاگردوں کے بیانات عدد و کیفیت کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں کہ۔۔۔

1: پہلے تین شاگرد گیارہ نقل کرتے ہیں اور محمد بن اسحاق تیرہ، جبکہ پانچواں شاگرد داؤد بن قیس اکیس رکعات نقل کرتا ہے۔

2: امام مالک کی روایت میں گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم ہے عمل کا ذکر نہیں، یحییٰ القطان کی روایت میں حکم کا ذکر نہیں، عبد العزیز بن محمد کی روایت میں گیارہ رکعت تو ہیں لیکن نہ حکم ہے اور نہ ابی بن کعب اور تمیم داری کا ذکر۔ محمد بن اسحاق کی روایت میں تیرہ رکعت کا ذکر ہے لیکن نہ حکم ہے اور نہ ابی و تمیم کا ذکر، اور داؤد بن قیس کی روایت میں حکم تو ہے لیکن گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن یوسف کی یہ روایت شدید مضطرب ہے اور اضطراب فی المتن وجہ ضعف ہوتا ہے: والاضطراب یوجب ضعف الحدیث۔

(تقریب النووی مع شرح التدریب: ص 234)

ترجمہ: اضطراب روایت کو ضعیف بنا دیتا ہے۔

لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

جواب 2:

امام مالک کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے، علامہ ابن رشد لکھتے ہیں: واختار مالک فی احد قولیه۔۔۔۔۔ القیام بعشرین رکعة۔ (بدایہ المجتہد ج 1 ص 214)

امام مالک رحمہ اللہ نے ایک قول میں بیس رکعت تراویح کو اختیار فرمایا ہے۔

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ راوی کا عمل اگر اپنی روایت کے خلاف ہو

تو اس بات کی دلیل ہے کہ روایت ساقط ہے۔ (المنار مع شرح نور الانوار: ص 190)

جواب 3:

روایت کے راوی سائب بن یزید کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے کیونکہ ان

سے بسند صحیح مروی ہے: عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن

الخطاب بعشرین رکعة والوتر۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج 2 ص 305 کتاب الصلوۃ)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے

زمانے میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: چونکہ یہ روایت تمام رواۃ کی مرویات کے خلاف تھی اس لیے علماء نے اس

کے بارے میں دو موقف اختیار کیے ہیں۔ [۱] ترجیح [۲] تطبیق

ترجیح: اس روایت (گیارہ رکعت) کو راوی کا وہم قرار دے کر مرجوح قرار دیا گیا

ہے۔ چنانچہ ابن عبد البر لکھتے ہیں: ان الاغلب عندی ان قوله احدى عشرة وهم
(الزرقانی شرح موطا: ج 1 ص 215)

ترجمہ: میرے نزدیک غالب (راج) یہی ہے کہ راوی کا قول ”احدى عشرة“
[گیارہ رکعت] وہم ہے۔

تطبیق: بعض حضرات نے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً:

1: علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ:

لعل هذا كان من فعل عمر اولا ثم نقلهم الى ثلاث وعشرين۔

(عمدة القاری: ج 8 ص 246)

ترجمہ: ممکن ہے یہ (گیارہ رکعت) حضرت عمر کا پہلے کا عمل ہو جو تیس رکعات
(بیس تراویح اور تین وتر) تک جا پہنچا ہو۔

2: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ:

وجع بينهما بانه وقع اولا (ای احدى عشرة رکعة في زمان عمر) ثم

استقر الامر على العشرين فانه المتوارث۔ (المراعاة على المشكوة ج 3 ص 194)

ترجمہ: ان دونوں میں تطبیق یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ یہ پہلے کا عمل ہو، پھر بیس
رکعت پر معاملہ ٹھہر گیا ہو اور یہی عمل امت میں متواتر و متوارث چلا ہے۔

3: علامہ محمد بن علی النیموی رحمۃ اللہ علیہ:

وجع البيهقي بينهما كانوا يقومون بأحدى عشرة ثم قاموا بعشرين

واوتروا بثلاث وقد عدا واما وقع في زمن عمر كالأجماع۔ (حاشية آثار السنن ص 221)

ترجمہ: امام بیہقی نے ان میں تطبیق یوں دی کہ (ممکن ہے) پہلے یہ لوگ گیارہ
پڑھتے ہوں، پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر پر کاربند رہے ہوں۔

تراویح کے چند متفرق مسائل

تراویح کی رکعات کا مسئلہ:

سوال: نماز تراویح کی رکعات کتنی ہیں؟

جواب:

تراویح کی 20 رکعات ہیں، چند احادیث درج ذیل ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوُتْرَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 284 باب کم یصلی فی رمضان من رُتوۃ المعجم الکبیر)

للطبرانی ج 5 ص 433 رقم 11934، المنتخب من مسند عبد بن حمید ص 218 رقم 653)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ أَرْبَعَةَ وَعَشْرِينَ رَكْعَةً وَأَوْتَرِ بِثَلَاثَةٍ.

(تاریخ جرجان للہمی ص 317، فی نسخۃ 142)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض) بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔

عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ أَبِي بَرْزَةَ كَعْبَ بْنَ كَعْبٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى بِهِمْ عَشْرِينَ رَكْعَةً. (مسند أحمد بن منيع بحوالہ اتحاد الخيرة للمهرة ج 2 ص 424)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھاؤں..... تو میں نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بَعْشَرِينَ رَكْعَةً وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْبَيِّنِينَ، وَكَانُوا يَتَوَكَّوْنَ عَلَى عَصِيْبِهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ.

(السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 496 باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (صحابہ کرام باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ عِلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ أَمَرَ الَّذِي يُصَلِّي بِالتَّاسِ صَلَاةِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِمْ عَشْرِينَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُزَاوِحَ مَا بَيْنَهُنَّ كُلَّ أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ.

ترجمہ: امام زید رحمہ اللہ اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے، ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد آرام کا اتنا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور یہ کہ سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ يُصَلِّي بِنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَيُنْصِرُ فَوْقَ عَلَيْهِ لَيْلٌ. قَالَ الْأَعْمَشُ: كَانَ يُصَلِّي عَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُؤْتِرُ

بِشَلَاثٍ. (قیام اللیل للمروزی ص 157)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رمضان میں ہمیں تراویح پڑھاتے تھے اور گھر لوٹ جاتے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی۔ حدیث کے راوی امام اعش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

اجماع امت:

1: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَى أَنَّ التَّارَاجِجَ عِشْرُونَ رُكْعَةً. (مرقاۃ المفاتیح: ج 3 ص 346 باب قیام شہر رمضان - الفصل الثالث)

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے۔

2: محدث علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِعْلَمُوا أَنَّ صَلَاةَ التَّارَاجِجِ سُنَّةٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ وَهِيَ عِشْرُونَ رُكْعَةً.

(کتاب الاذکار ص 226 باب اذکار صلاة التراويح)

ترجمہ: نماز تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعتیں ہیں۔

تسبیح تراویح کا مسئلہ:

سوال: تراویح کی ہر چار رکعات کے بعد تسبیح تراویح پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟

جواب:

فقہ حنفی کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ دو ترویجہ کے درمیان نمازی کو اختیار ہے چاہے تو تسبیح کرے، چاہے حمد و ثناء کرے اور اگر چاہے تو سکوت اختیار کرے اور اگلی رکعات کا انتظار کرے۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

1: قَوْلُهُ: وَبِجَلْسِ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيجَتَيْنِ مَقْدَارَ تَرْوِيجَةٍ وَذَلِكَ مُسْتَحَبٌّ وَهُمْ

بِالْخِيَارِ فِي ذَلِكَ الْجُلُوسِ إِنْ شَاءَ وَاسْبَحُونَ أَوْ يَهْلِلُونَ أَوْ يَنْتَظِرُونَ سَكُوتًا۔

(الجوهرة النيرة: ص 385)

ترجمہ: تراویح کی چار رکعت کے بعد بیٹھنا: یہ مستحب ہے اور نمازیوں کو اختیار ہے چاہیں تو اس بیٹھنے کے دوران تسبیح کرتے رہیں، لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہیں یا محض خاموش بیٹھے رہیں۔

2: والانتظار بین کل ترویحتین مستحب بقدر ترویحة عند أبي حنيفة رحمه الله. وعليه عمل أهل الحرمين، غير أن أهل مكة يطوفون بين كل ترویحتين أسبوعاً، وأهل المدينة يصلون بدل ذلك أربع ركعات، وأهل كل بلدة بالخيار يسبحون أو يهللون أو ينتظرون سكوتاً. (المحيط البرباني: ج 2 ص 181)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر انتظار مستحب ہے اور اسی پر اہل حرمین شریفین کا عمل ہے، فرق یہ ہے کہ مکہ والے اس دوران سات چکر لگا لیتے اور مدینہ والے اس کے بدلے چار رکعت نفل پڑھ لیتے، باقی ہر شہر والوں کو اختیار ہے چاہیں تو اس بیٹھنے کے دوران تسبیح کرتے رہیں، لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہیں یا محض خاموش بیٹھے رہیں۔

نوٹ: ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر انتظار واستراحت کرنا یہ محض فقہ حنفی کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ خلیفہ راشد کے عمل سے ثابت ہے۔ چنانچہ روایت میں وارد ہے:

حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده عن علي انه امر الذي يصلي بالناس صلاة القيام في شهر رمضان ان يصلي بهم عشرين ركعة يسلم في كل ركعتين ويرأوح مابين كل أربع ركعات فيرجع ذوا الحاجة ويتوضأ الرجل وان يوتر بهم من آخر الليل حين الانصراف. (مسند الامام زيد ص 159، 158)

ترجمہ: امام زید رحمہ اللہ اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد اتنا آرام کا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

ما قبل کی وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ اس دوران کوئی بھی تسبیح پڑھی جاسکتی ہے یا خاموش بیٹھا جاسکتا ہے۔ آج کل جو تسبیح کی جاتی ہے وہ بھی پڑھی جاسکتی ہے بشرطیکہ صرف اسی کو ضروری نہ سمجھا جائے۔ رہا اس کی فضیلت کا سوال تو کتب احادیث میں اس کے الفاظ کا ثبوت اس صورت میں ملتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ بِحِرَا مِنْ نَوْرٍ حَوْلَهُ مَلَائِكَةٌ مِنْ نَوْرٍ عَلَى خَيْلٍ مِنْ نَوْرٍ بِأَيْدِيهِمْ حُرَابٌ مِنْ نَوْرٍ يَسْبِغُونَ حَوْلَ ذَلِكَ الْبَحْرُ سُبْحَانَ ذِي الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعَرْشِ وَالْجِبْرُوتِ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ سُبُوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ فَمَنْ قَالَهَا فِي يَوْمٍ أَوْ شَهْرٍ أَوْ سَنَةٍ مَرَّةٍ أَوْ فِي عَمْرَةٍ غُفِرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ وَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُهُ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ أَوْ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ أَوْ فَرَسٍ مِنَ الزَّحْفِ (الدَّيْلَمِيُّ عَنْ أَنَسٍ).

(جمع الجوامع أو الجامع الكبير للسيوطي: رقم الحديث 1587)

امام نووی رحمہ اللہ نے اللہم أجزنا من النار کے انکار کرنے والوں کا خوب رد کرتے ہوئے اسے ثابت بالسنة مانا ہے۔

(الاذکار للنووی: ص 384)

فائدہ: دعا کے الفاظ میں صیغے کی تبدیلی کی شرعاً گنجائش موجود ہے۔ جیسا کہ تلبیہ کے الفاظ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی معمولی اضافے کا ثبوت کتب حدیث میں ملتا ہے۔

تراویح میں ختم قرآن:

سوال: تراویح میں قرآن مکمل کرنے کی کیا شرعاً حیثیت ہے؟ آیا ایک سے زائد مرتبہ بھی تراویح میں قرآن ختم کیا جاسکتا ہے؟

جواب:

تراویح میں ایک بار مکمل قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے، اس کو چھوڑنے والا تارک سنت کہلائے گا۔ ہاں ایک سے زائد مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا باعث سعادت و ثواب ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ مَنْ أَقَمَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ فَلْيَأْخُذْ بِهِمُ الْيُسْرَ فَإِنْ كَانَ بَطِيئَ الْقِرَاءَةِ فَلْيَخْتِمِ الْقُرْآنَ خَتْمَةً وَإِنْ كَانَ قِرَاءَةً بَيْنَ ذَلِكَ، فَخَتْمَةً وَنِصْفًا وَإِنْ كَانَ سَرِيعَ الْقِرَاءَةِ فَمَرَّتَيْنِ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ج 5 ص 222 باب فی صلاة رمضان)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائے وہ ان سے آسانی کا معاملہ کرے۔ اگر اس کی قرأت آہستہ ہو تو ایک قرآن کریم کا ختم کرے، قرأت کی رفتار درمیانی ہو تو ڈیڑھ اور اگر تیز قرأت کر سکتا ہو تو پھر دوبار قرآن کا ختم کرے۔

قَالَ الْإِمَامُ الْفَقِيهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَصَكْفِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: (وَالْخَتْمُ مَرَّةً سُنَّةٌ وَمَرَّتَيْنِ فَضِيلَةٌ وَثَلَاثًا أَفْضَلُ وَلَا يُتْرَكُ) الْخَتْمُ (لِكَسْلِ الْقَوْمِ).

(الدر المختار للحصنفی: ج 2 ص 601 کتاب الصلاة، بحث صلاة التراويح)

ترجمہ: امام محمد بن علی الحصنفی فرماتے ہیں: تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت، دوبار فضیلت اور تین بار افضل ہے، قوم کی سستی کی وجہ سے چھوڑا نہ جائے۔

السُّنَّةُ فِي التَّارَوِيحِ اِتِّمَامُهَا هُوَ الْخَتْمُ مَرَّةً فَلَا يُتْرَكُ لِكَسْلِ الْقَوْمِ.

(فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 130 فصل فی التراويح)

ترجمہ: تراویح میں ایک بار ختم قرآن کرنا سنت ہے، لوگوں کی سستی کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے۔

تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کا مسئلہ:

سوال: کیا تراویح میں قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا جائز ہے؟

جواب: تراویح میں قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَانَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ نَقُومَ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ. (کتاب المصاحف لابن ابی داؤد: ص 711 باب هل يوم القرآن)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُؤَمَّهُ الرَّجُلُ فِي الْمُصْحَفِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج 5 ص 89 باب من کرہہ [ای الامامۃ بالقراءۃ فی المصحف])

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی امام بنے اور قرآن دیکھ کر پڑھائے۔

نابالغ کی امامت کا مسئلہ:

سوال: کیا نابالغ بچے کے پیچھے تراویح ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: نابالغ بچے کے پیچھے تراویح ادا کرنا جائز نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَانَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ نَقُومَ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ، وَنَهَانَا أَنْ يُؤَمَّنَا إِلَّا الْمُحْتَلِمُ.

(کتاب المصاحف لابن ابی داؤد: ص 711 باب هل يوم القرآن فی المصحف)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں اور ہمیں یہ حکم دیا کہ بالغ امامت کروائیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: لَا يُؤْمَرُ الْغُلَامُ حَتَّى تَحِبَّ عَلَيْهِ الْحُلُودُ.

(نیل الاوطار للشوکانی: ج 3 ص 176 باب ماجاء فی امامۃ الصبی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچہ امامت نہ کرائے جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ اس پر حدود لگ سکیں (یعنی بالغ ہو جائے)۔

تراویح کی اجرت کا مسئلہ:

سوال: کیا حافظ قرآن کے لیے تراویح کا معاوضہ لینا جائز ہے؟ رقم طے کر کے تراویح پڑھانا کیسا ہے؟ اگر مقتدی اپنی خوشی سے ہدیہ دیں تو امام کے لیے لینا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہمارے محققین اکابر اور دورِ حاضر کے مستند مفتیان کرام کا فتویٰ یہی ہے کہ تراویح کا معاوضہ لینا شرعاً جائز نہیں ہے اور رقم طے کر کے تراویح پڑھانا بھی جائز نہیں ہاں اگر لوجہ اللہ تراویح پڑھانے والا کوئی حافظ نہ ملے تو تراویح پڑھانے والے کو ماہ رمضان میں نائب امام بنایا جائے، اس کے ذمے ایک یا دو نماز مقرر کر دی جائے اور معقول تنخواہ طے کر دی جائے۔ اگر پہلے سے وہی امام مقرر ہے اور تراویح بھی اسی نے پڑھانی ہے تو اس کی تنخواہ میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا جائے تو جائز ہوگا، کیونکہ امام کی اجرت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ امام کو چاہیے کہ اللہ کی رضا کی خاطر پڑھائے۔ معاوضہ طے بھی نہ کرے، لینے کی نیت بھی نہ رکھے، تاہم مقتدیوں میں سے کوئی امام صاحب کو ہدیہ دینا چاہے تو امام کے لیے ہدیہ لینے کی گنجائش ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا بعض ائمہ احناف آٹھ تراویح کے قائل تھے؟

سوال:

آج کل بعض غیر مقلدین کی طرف سے یہ سننے میں آرہا ہے کہ بعض حنفی علماء بھی آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے اور ان قائلین میں بڑے بڑے حضرات علماء ہیں مثلاً: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام ابن ہمام رحمہ اللہ، علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ، امام طحاوی رحمہ اللہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ، علامہ سیوطی رحمہ اللہ، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ وغیرہ یہ تمام حضرات آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے اور بطور دلائل کے یہ حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

مثلاً امام ابو حنیفہ کے متعلق یہ حوالہ دیتے ہیں:

1: عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ عن ابی جعفر ان صلوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل كانت ثلاث عشرة رکعة منهن ثلاث رکعات الوتر ورکعتا الفجر۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ؛ ابو جعفر سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تیرہ رکعتیں ہوا کرتی تھی جس میں تین وتر اور دو فجر کی سنتیں شامل تھیں (مسند امام اعظم ص 187 باب التہجد)

2: امام ابن ہمام کے بارے میں کہتے ہیں:

امام ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا والی حدیث سے نتیجہ نکالا ہے: فتحصل من هذا کله قیام رمضان سنته احدى عشر رکعة بالوتر فعله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(فتح القدیر شرح ہدایہ ج 1 ص 334 طبع مصر)

حاصل بحث یہ ہے کہ نماز تراویح و ترسمیت گیارہ رکعات ہی سنت ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قدر نماز تراویح ادا کی۔ قال ابن ہمام ان ثمانیۃ رکعات سنۃ مؤکدۃ۔ (العرف الثانی ج 1 ص 166)

3: علامہ ابن نجیم حنفی: ابن نجیم المصری حنفی اپنی کتاب ”بحر الرائق“ میں فرماتے ہیں: وقد ثبت ان ذلك كان احدى عشرة ركعة بالوتر كما ثبت في الصحيحين من حديث عائشة فيكون المسنون على اصول مشأئنا ثمانية منها۔ (بحر الرائق ج 2 ص 66)

4: امام طحاوی نے بھی در مختار میں یہی لکھا ہے جو ابن ہمام سے منقول ہے۔

5: ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اعلم انه لم يوقت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في التراويح عدداً معيناً بل لا يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

6: علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وكان النبي صلى الله عليه وسلم قيامه بالليل هو وتره يصلي بالليل في رمضان وغيره احدى عشر ركعة۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لم يثبت انه صلى الله عليه وسلم صلى عشرين ركعة والوجه الثاني انه قد ثبت في صحيح البخاري وغيره ان عائشة سئلت عن قيام رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فقالت ما كان يزيد رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة۔ (المصباح في الصلوة التراویح ص 603)

7: مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آٹھ رکعتیں اور تین رکعات و تر باجماعت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین راتوں سے زیادہ منقول نہیں اس لئے کہ امت پر نماز تراویح فرض نہ ہو جائے۔

(مجموعہ فتاویٰ ج 1 ص 354)

8: سید محمد انور شاہ کشمیری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہی ثابت ہے کہ حضور کی تراویح آٹھ رکعات ہے: ولا مناص من تسلیم ان تراویحہ علیہ السلام کانت ثمانیۃ رکعات۔

(العرف الشذی ج 1 ص 101، 166)

9: مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی رحمہ اللہ کشف الغطاء تعلیق مؤطا مالک ص 96 میں لکھتے ہیں قال الکرمانی اتفقوا علی ان المراد بقیام رمضان صلوة التراويح کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بالاتفاق قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے۔ ما جاء فی قیام شہر رمضان ویسمی التراويح کہا تقدم قال الکرمانی اتفقوا اعلی ان المراد بقیام رمضان التراويح وبہ جزم النووی وغیرہ۔ (ص 97 کشف الغطاء) یہ وہ مذکورہ حوالا جات ہیں جن کے پیش نظر کہتے ہیں کہ حنفی علماء بھی آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے۔ مذکورہ بالا حوالوں کی روشنی میں وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا واقعی ان حضرات کا یہی موقف تھا جو اوپر بیان ہوا یا۔۔۔؟

السائل کاشف احمد، گجرات

الجواب بعون الوہاب:

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیشہ اہل حق اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے آپ نے سوال میں جن بعض اکابر کے نام لیے ہیں یقیناً وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے تعلق رکھتے ہیں اور جمہور اہل علم کے ساتھ متفق ہیں اللہ ہم سب کا انہی کے ساتھ تعلق قائم و دائم رکھے۔

1: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا مسلک:

مسند امام اعظم سے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی

ہے وہ تہجد کے متعلق ہے نہ کہ تراویح کے۔ خود حدیث میں صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل کے الفاظ موجود ہیں جن کا معنی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعات ہوتی تھی اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد تیرہ رکعات ہوتی تھی و تر بھی اس میں شامل ہوتے تھے۔

حدیث مبارک میں لفظ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام صاحب تو نماز تہجد کی رکعات ثابت کر رہے ہیں نہ کہ نماز تراویح کی۔

مناسب ہے کہ آپ کے سامنے امام صاحب رحمہ اللہ کا مسلک بھی نقل کر دیا جائے تاکہ بات کھل کر سامنے آجائے۔ کتاب الآثار لابی یوسف میں روایت موجود ہے ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم ان الناس كانوا يصلون خمس ترويجات في رمضان۔ ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک لوگ رمضان میں پانچ ترویجے یعنی بیس رکعات پڑھاتے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے: التراویح سنة مؤکدة للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف من لدن تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یومنا و ہکذا روى الحسن عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ انہا سنة لا ینبغی ترکھا وقد واطب علیہا الخلفاء الراشدون رضی اللہ عنہم وقال علیہ السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء من بعدی۔

(فتاویٰ قاضی خان برہامش فتاویٰ عالمگیریہ ج 1 ص 332)

ترجمہ: نماز تراویح مردوں اور عورتوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک ہر دور کے اخلاف (بعد والوں) نے اپنے

اسلاف (پہلے والوں) سے اس کو توارث سے پایا ہے اور اسی طرح حسن رحمہ اللہ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک تراویح سنت ہے اس کو چھوڑنا، نامناسب ہے، پھر لکھتے ہیں: مقدار التراویح عند اصحابنا والشافعی رحمہ اللہ ماروی الحسن عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ قال القیام فی شہر رمضان سنة لا ینبغی ترکھا یصلی اهل کل مسجد فی مسجدہم کل لیلة سوی الوتر عشرین رکعة خمس ترویات بعشر تسلیمات یسلم فی کل رکعتین۔

(فتاویٰ قاضی خان ص 234)

ترجمہ: تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب و امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو حسن رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے فرمایا قیام رمضان (تراویح) سنت ہے اس کو ترک کرنا، نامناسب ہے۔ ہر مسجد والے اپنی مسجد میں ہر رات وتروں کے علاوہ بیس رکعات تراویح پڑھیں۔ پانچ تروتکے۔ دس سلاموں کے ساتھ اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیں۔

بدایۃ المجتہد میں ہے: فاختار مالک فی احد قولیه وابو حنیفۃ والشافعی و احمد و داؤد رحمہم اللہ القیام بعشرین رکعة سوی الوتر۔

(بدایۃ المجتہد ج 1 ص 210)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور داؤد ظاہری نے بیس رکعات تراویح کا قیام پسند کیا ہے، سوائے وتر کے۔

رحمۃ الامۃ میں ہے:

فالمسنون عند ابی حنیفۃ والشافعی و احمد رحمہم اللہ عشرون رکعة۔

(رحمۃ الامۃ ص 23)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مسنون تراویح بیس رکعات ہیں۔

محترم قارئین! فقہ حنفیہ کے تمام متون اور شروحات میں التراويح عشرون رکعات اور خمس ترویجات کی تصریح موجود ہے لیکن اتنی بڑی تصریحات کے باوجود معترضین کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ دینا اور ان کی طرف آٹھ رکعات تراویح کی جھوٹی نسبت کرنا نہایت تعجب خیز ہے اور حیران کن۔

2: امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا شاذ قول:

محترم قارئین مذکرہ بالا امام ابن ہمام کے قول کی حیثیت شاذ اور مرجوح ہے اور ان کا ذاتی تفرد ہے ہمارے علماء اہل السنۃ اس کی تصریح بارہا کر چکے ہیں کہ شاذ اور تفرد کا کوئی اعتبار نہیں چنانچہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ کے عظیم شاگرد علامہ قاسم بن قطلوبغا فرماتے ہیں: لاعبرة بأبحاث شیخنا یعنی ابن الہمام التي خالفت المنقول یعنی فی المذہب۔

(شامی ج 1 ص 225)

ترجمہ: ہمارے شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کی وہ بحثیں جن میں منقول فی المذہب مسائل کی مخالفت ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

باقی معترضین کا یہ کہنا کہ امام ابن ہمام آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں یہ بات سراسر بددیانتی ہے کیونکہ امام ابن ہمام آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں بلکہ وہ بھی پوری امت کی طرح بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں: ثم استقر الامر على العشرين فإنه المتوارث۔

(فتح القدیر ج 1 ص 407)

یعنی بالآخر تراویح کے مسئلہ نے بیس رکعات پر استقرار پکڑا پس عمل تو ارث کے ساتھ چلا آرہا ہے۔

امام ابن ہمام رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے ہی قائل ہیں البتہ ان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو مستحب سمجھنا اور تہجد و تراویح کی الگ الگ حدیثوں کو ایک دوسرے کا معارض سمجھنا شاذ، خلاف اجماع ہے اور تفرد ہے۔

اہل السنۃ والجماعت کا اصول ہے: وان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جہل و خرق للجماع۔

(در مختار ج 1 ص 31)

یعنی قاضی کا حکم کرنا یا مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ یعنی باطل اور حرام ہے۔

3: امام ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ کا مسلک:

ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ کے بارے میں بھی معترضین ان کی ایک عبارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے حالانکہ امام ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قوله عشرون ركعة "بيان لكميتها وهو قول الجمهور لها في المؤطا عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب رضي الله عنه بثلاث وعشرين ركعة وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً۔

(المحرر الرائق شرح كنز الدقائق ج 2 ص 66)

ترجمہ: مصنف کا قول ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے یہ نماز تراویح کے عدد کا بیان ہے کہ وہ بیس رکعات ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اس لئے کہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں یزید بن رومان رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی

اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ 23 رکعات پڑھتے تھے (بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر) مشرق اور مغرب میں لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔

4: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں بلکہ وہ بھی دوسرے علماء احناف کی طرح بیس کے قائل ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح پر تواتر کے ساتھ اجماع ہے۔

(طحاوی ج 1 ص 468)

5: ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نام سے جو عبارت پیش کی گئی وہ عبارت ملا علی قاری رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ انہوں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ حنفی بذات خود بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: لکن اجمع الصحابة على ان التراويح عشرون ركعةً یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ہے۔

(مرقاۃ ج 3 ص 194)

اسی طرح ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح نقایہ ص 104 میں بھی بیس رکعات تراویح پر اجماع نقل کیا ہے۔

6: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں، چنانچہ امام موصوف، علامہ سبکی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ومذهبنا ان التراويح عشرون ركعة لها روى البيهقي وغيره بالا سند

الصحيح عن السائب بن يزيد الصحابي رضى الله تعالى عنه قال كنا نقوم على عهد عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه بعشرين ركعة والوتر -

(الحاوی للفتاویٰ ج 1 ص 350)

اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ نماز تراویح میں رکعات ہے اس لیے کہ بیہقی وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ پھر لکھا ہے: استقر العمل علی هذا - یعنی بالآخر بیس رکعات تراویح پر عمل پختہ ہوا یعنی خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات پر اتفاق اور اجماع کیا ہے۔

اور پھر بعض لوگ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو اپنا ہم خیال سمجھ کر ان کی یہ عبارت نقل کر دیتے ہیں: واما ما رواه ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرين رکعة والوتر فاسنادہ ضعیف وقد عارضه حدیث عائشة هذا الذی فی الصحيحین مع کو نہا اعلّم بحال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلا من غیرها واللہ اعلم۔

(فتح الباری ج 4 ص 319)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مسئلہ تراویح میں امام شافعی رحمہ اللہ کے سچے پیروکار تھے اور شافیعہ کا بیس رکعات تراویح پر اتفاق چلا آ رہا ہے۔

امام موصوف: امام رافعی رحمہ اللہ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں: انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالناس عشرين رکعة لیلین فلما کان فی اللیلة الثالثة اجتمع الناس فلم یخرج الیہم ثم قال من الغد خشیت ان تفرض علیکم فلا تطیعونہا۔

اس کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ”متفق علی صحۃ“ اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

(تلخیص الجیر فی تخریج احادیث الرافع الکبیر ج 1 ص 540)

معلوم ہوا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے نزدیک جس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔

7: علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک :

آپ کے مجموعہ فتاویٰ سے سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: حنفیہ بست رکعت تراویح سوائے وتر میخوانند و در حدیث صحیح از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وارد شدہ ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ پس سند بست رکعت چیست؟

جواب: روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان و غیر رمضان یکساں بود و غالباً بعد یازدہ رکعت مع الوتر بر سند و دلیل بریں محل آنست کہ راوی ایں حدیث ابو سلمہ است در نیہ ایں حدیث میگوید قالت عائشہ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنام قبل ان توتر قال یا عائشہ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کذا رواہ البخاری و مسلم و نماز تراویح در عرف آں وقت قیام رمضان مے گفتند و حد صحاح ستہ بروایات صحیحہ مرفوعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعین عدد قیام رمضان مصرح نشدہ این قدر هست کہ قالت عائشہ کان رسول اللہ یجتہد فی رمضان مالا یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم لیکن در مصنف ابن ابی شیبہ و سنن بیہقی بروایت ابن عباس وارد شدہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یصلی فی رمضان جماعة بعشرين رکعة والوتر ورواه البيهقي في سننه بأسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون في عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين رکعة۔

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی کھنوی رحمہ اللہ ص 58, 59)

اس عبارت میں وضاحت کے ساتھ مولانا عبدالحی کھنوی رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ بیس رکعات تراویح صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہے اور امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت تہجد پر محمول ہے پھر بھی ان کے نام لے کر یہ کہنا کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے بہر حال ہماری سمجھ سے دور ہے۔

مولانا موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں: ان مجموع عشرين رکعة في التراويح سنة مؤكدة لانه مما واظب عليه الخلفاء وان لم يواظب عليه النبي صلى الله عليه وآله وسلم وقد سبق ان سنة الخلفاء ايضاً لازم الاتباع وتاركها آثم وان كان آثمه دون آثم تارك السنة النبوية فمن اكتفى على ثمان ركعات يكون مسيئاً لتاركه سنة الخلفاء وان شئت ترتيبه على سبيل القياس فقل عشرون ركعة في التراويح مما واظب عليه الخلفاء الراشدون وكل ما واظب عليه الخلفاء سنة مؤكدة ثم ترضه مع ان كل سنة مؤكدة يآثم تاركها فينتبع عشرون ركعة يآثم تاركها و مقدمات هذا القياس قد اثبتنا ها في الاصول السابقة۔

(تحفة الاخيار في احياء سنة سيد الابرار ص 209)

ترجمہ: تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اس لئے کہ اس پر خلفائے راشدین نے مداومت کی ہے اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت نہیں کی اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس

کا چھوڑنے والا گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ترک کرنے والے سے کم ہے لہذا جو شخص آٹھ رکعات پر اکتفاء کرے وہ بر اکام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاء راشدین کی سنت ترک کر دی اگر تم قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں کہو بیس رکعات تراویح پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی اور جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو وہ سنت مؤکدہ ہے لہذا بیس رکعات تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہذا بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہوگا۔ اس قیاس کے مقدمات ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

قارئین! مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعات تراویح پڑھ کر باقی رکعتوں کو چھوڑنے والا گنہگار ہے کیونکہ بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: فمودی ثمان رکعات یکون تارکاً للسنة المؤکدة۔

(حاشیہ ہدایہ ج 1 ص 131 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

یعنی صرف آٹھ رکعات تراویح ادا کرنے والا سنت مؤکدہ کا تارک (گناہ گار) ہے کیونکہ سنت مؤکدہ کو ترک کرنا گناہ ہے۔

علاوہ ازیں علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے مؤطا امام محمد کے حاشیہ پر لکھا: بیس رکعات تراویح پر اجماع ہے اور نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

8: علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام العصر خاتم الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری خود بیس تراویح کے قائل ہیں اور آٹھ رکعات پڑھنے والے کو سواد اعظم (اہل السنۃ والجماعت) سے خارج سمجھتے

ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: واما من اکتفى بالركعات الثمانية وشذ عن السواد الاعظم وحبل يرميهم بالبدعة فلير عاقبة۔

(فيض الباری شرح صحیح بخاری ج 3 ص 181)

یعنی جو شخص آٹھ رکعات پر اکتفا کر کے سواد اعظم سے کٹ گیا اور سواد اعظم کو بدعتی کہتا ہے وہ اپنا انجام سوچ لے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: لم يقل احد من الائمة الاربعة بأقل من عشرين ركعة في التراويح واليه جمهور الصحابة رضي الله عنهم ... وقال ابن همام ان ثمانية ركعات سنة مؤكدة وثنتي عشر ركعة مستحبة ومأقال بهذا احد اقول ان سنة الخلفاء الراشدين ايضاً يكون سنة الشريعة لها في الاصول ان السنة سنة الخلفاء وسنة عليه السلام وقد صح في الحديث عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين فيكون فعل الفاروق الاعظم ايضاً سنة... ففي التاتارخانية سئل ابو يوسف ابا حنيفة رحمه الله ان اعلان عمر بعشرين ركعة هل كان له عهد منه عليه السلام قال ابو حنيفة رحمه الله ما كان عمر مبتدعاً اي لعله يكون له عهد فدل على ان عشرين ركعة لا بدله من ان يكون لها اصل منه عليه السلام... واستقر الامر على عشرين ركعة۔

(العرف الشذی علی هامش الترمذی ج 1 ص 99، 100)

ترجمہ: ائمہ اربعہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ نماز تراویح میں رکعات سے کم ہے اور اسی طرف جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم گئے ہیں اور ابن ہمام رحمہ اللہ نے جو کہا ہے کہ آٹھ رکعات سنت مؤکدہ ہے اور بارہ رکعات مستحب ہے اور یہ بات کسی اور نے نہیں کہی (یعنی ابن ہمام رحمہ اللہ کا تفرد ہے)

خلفاء راشدین کی سنت بھی شریعت کی سنت ہے کیونکہ اصول میں ہے حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت، سنت ہے اور یہ بات صحیح حدیث میں ہے کہ تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے، فاروق اعظم کا عمل بھی سنت ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بیس رکعات تراویح کا اعلان کیا ہے کیا انہوں نے اس کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا ہے؟ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (معاذ اللہ) مبتدع نہیں تھے یعنی شاید ان کے پاس اس کا علم تھا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ لامحالہ بیس رکعات تراویح کی اصل خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور تراویح کا استقرار بیس رکعات پر ہے۔

9: مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

مولانا موصوف بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں: والظاهر عندی مارحہ ابن عبدالبر لان جل المر وایات نص فی انها کانت عشرین رکعۃ۔
(کشف الغطاء حاشیہ موطا امام مالک ص 98)
میرے نزدیک بھی بات وہی ہے جس کو ابن عبدالبر نے ترجیح دی ہے بیس رکعات تراویح کیونکہ بڑی بڑی روایات اس بارے میں واضح ہیں کہ نماز تراویح بیس رکعات ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ معلوم ہوا کہ علمائے اہل السنۃ والجماعت بالخصوص علمائے احناف کو آٹھ رکعات تراویح کا قائل ماننا سراسر ناانصافی ہے۔ تمام علمائے احناف کثر اللہ سواد ہم امت مرحومہ کے اجماعیت کو تسلیم کرتے ہوئے 20 رکعات تراویح ہی ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انہیں کے نقش قدم پر چلائے۔

وتر کے مسائل

بد قسمتی کہیے! بعض لوگوں نے گویا قسم اٹھا رکھی ہے کہ اہل السنۃ والجماعت کی مخالفت ہر حال کرنی ہی کرنی ہے۔ چنانچہ عقائد ہوں یا مسائل۔ انہوں نے الگ سے اپنی راہ نکالی ہے، بالخصوص نماز کے اہم مسائل میں امت میں انتشار اور افتراق اس طبقے کی خاص پہچان ہے۔ رمضان میں تراویح اور تہجد کو ایک کہنا، رکعات تراویح میں آٹھ پر ضد کرنا اور نماز وتر میں چند درج ذیل مقامات پر اختلاف کرنا۔

1: وتر کا حکم

2: تعداد رکعات وتر

3: کیفیت وتر (دو تشهد ایک سلام کے ساتھ)

4: الفاظ قنوت

5: قنوت قبل الرکوع

6: رفع الیدین عند القنوت

اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ تراویح کے ساتھ ساتھ وتر کے بھی ان مقامات کی نشاندہی کر دی جائے جہاں یہ لوگ امت سے اختلاف کرتے ہیں مزید یہ کہ اہل السنۃ والجماعت کا موقف اور دلائل آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ چنانچہ مفصل اور مدلل بحث ملاحظہ فرمائیے۔

نوٹ: تعداد رکعات وتر پر ان کے پیش کردہ دلائل کا الگ سے جائزہ لیا گیا ہے جو اس مضمون کے متصل بعد آرہا ہے۔

1 وتر کا حکم:

وتر واجب ہیں۔ فرض نہیں اور وجوب وتر پر احادیث صحیحہ، مرفوعہ، آثار صحابہ اور آثار تابعین موجود ہیں۔

احادیث مرفوعہ اور وجوب وتر:

1: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ «الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا».

(سنن ابی داود ج 1 ص 208 باب من لم یوتر)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے آپ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا نماز وتر حق ہے جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں (یہ ارشاد تین بار فرمایا)

فائدہ: امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(فتح القدیر ج 1 ص 371 نصب الراية ج 2 ص 112)

2: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوُتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا.

(مستدرک حاکم ج 1 ص 609، مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 197)

3: عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- «الْوُتْرُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ».

(ابوداؤد ج 1 ص 208)

4: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ الْوُتْرُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ

(مسند بزار ج 5 ص 67 رقم الحدیث 1637)

ترجمہ: نماز وتر ہر مسلمان پر حق ہے۔

5: عن أبي أيوب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الوتر حق واجب

(دار قطنی ص 283 باب الوتر)

6: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم-: «مَنْ تَأَمَّرَ عَنْ وَثْرَةٍ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيَصَلِّهْ إِذَا أَصْبَحَ أَوْ ذَكَرَهُ».

(متدرک حاکم ج 1 ص 604 رقم 1168)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا شخص جو وتر ادا کرنا بھول جائے یا اس وقت سو جائے جب یاد آجائے یا جاگ ہو جائے تو وہ وتر ادا کرے۔

7: عن خارجه بن حذافة أنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال إن الله أمدكم بصلاة هي خير لكم من حمر النعم الوتر جعله الله لكم فيما بين صلاة العشاء إلى أن يطلع الفجر.

ترجمہ: حضرت خارجه بن حذافہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسی نماز کا حکم کیا ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور یہ وتر ہے جس کا وقت عشاء اور فجر کے درمیان ہے۔

8: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا (صحیح مسلم ج 1 ص 285)

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا صبح سے پہلے وتر ادا کرو۔

9: عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- أَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ.

(جامع ترمذی ص 60، سنن ابوداؤد ج 1 ص 207)

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے قرآن کو ماننے والو وتر ادا کرو۔

فائدہ: مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں وتر چھوڑنے والے پر وعید اور سختی، مزید یہ کہ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں اور امر کے صیغوں سے امت کو اس کا حکم دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں۔ نیز وتر کی قضاء کا لازم ہونا بھی وجوب وتر کی مستقل دلیل ہے۔

فائدہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ قضاء وتر کی حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث سے واضح ہوا کہ نماز وتر کی قضاء واجب اور ضروری ہے اور وجوب قضاء وجوب ادا کی فرع ہے۔ (اوجز المسالك ج 1 ص 432)

آثار صحابہ اور وجوب وتر:

1: عَنْ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَلِيٍّ، فَقَالَ: إِنِّي نَمُتُ وَنَسِيتُ الْوُتْرَ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظْتَ وَذَكَرْتَ، فَصَلِّ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 192 باب من قال یوتر وان صبح وعلیہ قضاءہ)
ترجمہ: ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور آکر عرض کی کہ اے امیر المومنین اگر میں سو جاؤں اور وتر ادا کرنا بھول جاؤں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے (تو میں کیا کروں؟) آپ نے فرمایا جب تو جاگ جائے اور یاد آجائے تو اسے ادا کرو۔

2: عَنْ وَبَرَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ أَصْبَحَ، وَلَمْ يُوْتِرْ، قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ نَمَتَ عَنِ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، أَلَيْسَ كُنْتَ تُصَلِّي؟ كَلِمَةُ يَقُولُ: يُوْتِرُ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 191 رقم الحدیث 4)
ترجمہ: حضرت وبرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو وتر ادا کیے بغیر صبح کر دے۔ آپ نے فرمایا: تیرا

کیا خیال ہے کہ اگر تو نماز فجر کے وقت سو جائے اور سورج طلوع ہو جائے تو کیا تیری نماز معاف ہو جائے گی؟ گویا انہوں نے یوں کہا کہ قضاء شدہ وتروں کو ادا کرو۔

3: عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: الْوُتْرُ حَقٌّ، أَوْ وَاجِبٌ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 197 رقم الحدیث 3 باب من قال الوتر واجب)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر حق ہے یا یوں فرمایا کہ وتر واجب ہیں۔

آثار تابعین اور وجوب وتر:

1: عَنْ مَجَاهِدٍ قَالَ وَاجِبُ الْوُتْرِ وَلَمْ يَكْتَبْ۔

(مصنف عبد الرزاق ج 1 ص 388 رقم 4595، 96 باب وجوب الوتر)

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، وتر واجب ہیں فرض نہیں۔

2: عَنْ طَاوُسٍ قَالَ الْوُتْرُ وَاجِبٌ يَعَادُ إِلَيْهِ إِذَا نَسِيَ۔

ترجمہ: امام طاووس فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہیں، اگر یہ (پڑھنا) بھول جائیں تو یاد آنے پر اس کو ضرور پڑھا جائے۔ (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث 4598)

اقوال فقہاء اور وجوب وتر:

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ: قال ابو حنیفہ هو واجب۔ وتر واجب ہیں۔

(اوجز المسالك ج 2 ص 441)

☆ امام دار الهجرة امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ:

من تركه ادب و كان جرعة في شهادته۔ جو شخص وتر چھوڑ دے اس سے

تادیبی کارروائی کی جائے۔ اور اس کی گواہی بھی مجروح ہے۔ (اور یہ واجب کے

چھوڑنے پر ہی ہو سکتا ہے) (اوجز المسالك ج 2 ص 442)

☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

من ترك الوتر عمدا فهو رجل سوء ولا ينبغي ان تقبل له شهادة.
(المغنی لابن قدامة الحنبلی ج 2 ص 359 فصل الوتر غیر واجب)
ترجمہ: وتر کو جان بوجھ کر چھوڑنے والا برا آدمی ہے اور یہ اس قابل نہیں کہ اس کی گواہی کو معتبر مانا جائے۔

☆ امام حسن بصری رحمہ اللہ: اجمع المسلمون على ان الوتر حق واجب۔

(اوجز المسالك ج 2 ص 444)

ترجمہ: اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر واجب ہیں۔

اس کے علاوہ امام ابراہیم النخعی، امام سعید ابن المسیب، امام شافعی رحمہ اللہ کے استاذ یوسف بن خالد رحمہ اللہ، امام سخون، امام ابو عبید بن عبد اللہ بن مسعود، امام ضحاک رحمہ اللہ اور امام اصمغ رحمہم اللہ وغیرہ یہ تمام اس بات کے قائل ہیں کہ وتر واجب ہیں۔
(اوجز المسالك ج 2 ص 443)

اس بات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ نماز وتر کا ترک کرنا جائز نہیں یہ بھی اس کے وجوب کی دلیل ہے۔

2: تعداد رکعات وتر:

وتر تین رکعات ہیں۔ اس پر احادیث صحیحہ مرفوعہ، آثار صحابہ و تابعین اور اقوال فقہاء موجود ہیں۔

احادیث مرفوعہ اور تعداد رکعات وتر:

1: عن عائشة رضي الله عنها كيف كانت صلاة رسول الله {صلى الله عليه وسلم} في رمضان قالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة

رکعتہ یصلی أربعاً فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی أربع رکعات لا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثاً۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 154 باب قیام النبی باللیل فی رمضان)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا آپ علیہ السلام کی نماز رمضان میں کیسی ہوتی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ علیہ السلام رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے پہلے چار رکعات پڑھتے نہ پوچھو کہ کتنی عمدہ اور لمبی ہوتی تھیں، اس کے بعد پھر چار رکعات پڑھتے تھے کچھ نہ پوچھو کتنی عمدہ اور لمبی ہوتی تھی، پھر تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

اس روایت کا خلاصہ یہی ہے کہ تین رکعات وتر تھیں، اور ایک سلام کے ساتھ تھیں۔

2: امام نسائی نے باب قائم فرمایا ہے باب کیف الوتر بثلاث۔ (سنن نسائی ج 1 ص 248)

اور اس کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع روایت لائے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر۔

ترجمہ: آپ علیہ السلام وتر کی دو رکعات پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ امام نسائی کے ہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا بخاری و مسلم والی حدیث میں نماز وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ مراد ہے۔

3: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری مرفوع روایت ہے: ثم الوتر بثلاث

لا یفصل بینہن (آپ علیہ السلام نے تین رکعت وتر پڑھے ان میں سلام سے فصل

نہیں کیا) یعنی دوسری رکعت پر سلام نہیں پھیرا۔ (مسند امام احمد ج 6 ص 156)

4: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی مرفوع حدیث ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث لا يسلم الا في آخرهن
(متدرک حاکم ص 608)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

5: عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ يَقُولُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ.

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلى پڑھتے دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد پڑھتے تھے۔

6: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى مِنَ الْوُتْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔ (جامع الترمذی باب الاقرء فی الوتر)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ علیہ السلام وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سبح اسم ربك الاعلى دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد پڑھتے تھے۔

7: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَيُصَلِّي رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ۔ (سنن نسائی باب الوتر)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ علیہ السلام کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ رات تہجد کی آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعت وتر پڑھتے اور فجر

کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے۔

8: عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وتر الليل ثلاث كوتر النهار صلاة المغرب۔

(سنن دار قطنی ص 285 الوتر ثلاث کثلاث المغرب)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا رات کے وتر دن کے وتر یعنی نماز مغرب کی طرح ہیں۔

9: عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر ثلاث كثلاث المغرب۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ج 5 ص 32 رقم الحديث 7170)

ترجمہ: وتر کی تین رکعات ہیں جیسے مغرب کی تین رکعات ہیں۔

10: عن عبد الله قال ارسلت احي ليلة لتبیت عند النبي منتظر كيف يوتر فباتت عند النبي صلى الله عليه وسلم فصلى ما شاء الله ان يصلي حتى اذا كان آخر الليل واراد الوتر.... الخ (الاستيعاب لابن عبد البر ص 934 رقم 742)

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو بھیجا کہ آپ علیہ السلام کے گھر رات گزاریں اور دیکھیں آپ علیہ السلام وتر کس طرح پڑھتے ہیں چنانچہ انہوں نے آپ علیہ السلام کے ہاں رات گزاری پس آپ علیہ السلام نے رات میں جتنا اللہ کو منظور ہوا نماز پڑھی جب رات کا آخری حصہ ہوا آپ علیہ السلام نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون پڑھی پھر قعدہ کیا۔ پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو گئے اور تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھی یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی دعائے قنوت پڑھی اور جو اللہ کو منظور تھا دعائیں کی اور تکبیر کہی رکوع کیا۔

آثار صحابہ اور تعداد رکعات وتر:

1: عن ابراهيم النخعي عن عمر بن الخطاب انه قال ما احب اني تركت الوتر بثلاث ان لي حمر النعم۔ (موطامام محمد ص 149)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تین وتر چھوڑنے کو بالکل تیار نہیں اگرچہ اس کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی پیش کیے جائیں۔

2: عن عبد الملك بن عمير قال كان ابن مسعود يوتر بثلاث۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 199 رقم الحدیث 5 باب فی الوتر ما یقرء فیہ)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

3: عن علقمة قال اخبرنا عبد الله بن مسعود رضى الله عنه اهون ما يكون الوتر ثلاث ركعات۔ (موطامام محمد ص 150 باب السلام فی الوتر)

ترجمہ: حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا کہ وتر کی کم سے کم رکعات تین ہیں۔

4: عن زاذان ان عليا كان يوتر بثلاث۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 4 ص 512)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

5: عن حميد عن انس رضى الله عنه قال الوتر ثلاث ركعات و كان يوتر بثلاث ركعات۔ (سنن طحاوی ج 1 ص 206 باب الوتر)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وتر تین رکعات ہیں اور وہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

آثار تابعین اور تعداد رکعات وتر:

1: عن سعيد بن جبیر انه كان يوتر بثلاث۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 194 رقم الحدیث 18)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

2: عن علقمہ قال الوتر ثلاث۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 194 رقم 13)

ترجمہ: علقمہ فرماتے ہیں کہ وتر تین ہیں۔

3: حضرت ابو بکر صدیق کے پوتے قاسم بن محمد بن ابو بکر فرماتے ہیں: وراينا

اناسا منذ ادر كنا يوترون بثلاث۔ (صحیح بخاری ج 1 ص 135 باب ماجاء فی الوتر)

ترجمہ: جب سے ہم بالغ ہوئے اور ہوش سنبھالا ہے ہم لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ

تین رکعت وتر پڑھتے ہیں (تابعی صحابہ کرام اور تابعین کا عمل نقل کر رہا ہے)

4: عن مكحول انه كان يوتر بثلاث۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 194 رقم 18)

ترجمہ: امام مکحول رحمہ اللہ بھی تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

5: حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: اجمع المسلمون على ان الوتر ثلاث لا

يسلم الا في آخرهن۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 294 نصب الراية ج 1 ص 122)

ترجمہ: اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ نماز ورتین رکعات ہیں ان کی صرف

آخری رکعات میں سلام ہے۔

اقوال فقہاء اور تعداد رکعات وتر:

1: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔ قال بوجوب الوتر ثلاث ركعات۔

(تفسیر کبیر للرازی ج 25 ص 105 سورة روم تحت آیت فسبحان اللہ حین تمسون)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ تین رکعات وتر واجب ہیں۔

2: امام مالک بن انس رحمہ اللہ۔ ادنی الوتر ثلاث۔

(موطا امام مالک ص 110 باب الامر بالوتر)

ترجمہ: وتر تین رکعات سے کم نہیں ہے۔

3: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ۔ انہ لا یصح الوتر رکعة واحدة۔

(فقہ سفیان ثوری ص 565)

ترجمہ: علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ایک رکعت وتر صحیح نہیں ہے۔

3: کیفیت وتر:

وتر کی کیفیت یہ ہے کہ دو تشہد اور ایک سلام سے ادا کیا جائے۔ اس پر احادیث صحیحہ مرفوعہ، آثار صحابہ و اجماع امت موجود ہیں۔

نوٹ: احادیث میں نماز وتر کو مغرب کی طرح ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا نماز وتر دو قعدوں اور ایک سلام سے ادا کی جائے گی فرق اتنا ہے کہ وتر کی تینوں رکعتوں میں قراءۃ فاتحہ اور سورۃ ہوگی تیسری رکعت میں قنوت وتر اور رفع الیدین ہوگا۔

احادیث مرفوعہ اور کیفیت وتر:

1: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث يقرأ في الأولى بسبح اسم ربك الأعلى وفي الركعة الثانية بقل يا أيها الكافرون وفي الثالثة بقل هو الله أحد ولا يسلم إلا في آخرهن۔ (سنن نسائی ج 1 ص 248)

ترجمہ: آپ علیہ السلام تین رکعات وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد پڑھتے تھے اور صرف آخری رکعت میں سلام پھیرتے تھے۔

2: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع روایت: ثم اوتر بثلاث لا يفصل فيهن۔

(مسند احمد ج 6 ص 156 رقم 25101)

ترجمہ: آپ علیہ السلام تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔

3: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرهن۔

(متدرک حاکم ج 1 ص 608)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

نوٹ: اس کے بعد امام حاکم فرماتے ہیں: وهذا وتر امیر المومنین عمر بن خطاب وعنه اخذ اهل المدينة۔

یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وتر ہیں اور ان سے اہل مدینہ نے یہی عمل لیا ہے۔

6: عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا فصل فی الوتر۔ (جامع المسانید ج 1 ص 402)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا وتر میں (سلام کا) فاصلہ نہیں ہے۔

7: عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی الركعتین الاولیین من الوتر۔ (متدرک حاکم ج 1 ص 607 کتاب الوتر)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

8: عن عبد اللہ قال ارسلت اھی لیلۃ لتبیت عند النبی منتظر کیف یوتر فباتت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ما شاء اللہ ان یصلی حتی اذا کان آخر اللیل واراد الوتر.... الخ (الاستیعاب لابن عبد البر ص 934 رقم 742)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو

بھیجا کہ آپ علیہ السلام کے گھبرات گزاریں اور دیکھیں آپ علیہ السلام وتر کس طرح پڑھتے ہیں چنانچہ انہوں نے آپ علیہ السلام کے ہاں رات گزاری پس آپ علیہ السلام نے رات میں جتنا اللہ کو منظور ہوا نماز پڑھی جب رات کا آخری حصہ ہوا آپ علیہ السلام نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون پڑھی پھر قعدہ کیا۔ پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو گئے اور تیسری رکعت میں (سورۃ) قل ہوا اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی دعائے قنوت پڑھی اور جو اللہ کو منظور تھا دعائیں کی اور تکبیر کہی رکوع کیا۔

آثار صحابہ اور کیفیت وتر:

1: عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ المغرب وتر النهار فأوتروا صلاة الليل۔ (مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 401)
ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں تو رات کے وتر بھی پڑھا کرو۔
نوٹ: یعنی جیسے مغرب کی نماز دو تشهد ایک سلام کے ساتھ ہے ایسے ہی وتر کی نماز بھی دو تشهد اور ایک سلام سے ہوگی۔

2: عن عقبۃ بن مسلم قال سألت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عن الوتر فقال اتعرف وتر النهار قلت نعم صلوۃ المغرب قال صدقت واحسن۔ (طحاوی ج 1 ص 197 باب الوتر)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن مسلم فرماتے ہیں میں نے وتر کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کیا دن کے وتر جانتے ہو؟ میں نے کہا:

جی ہاں! مغرب کی نماز۔ انہوں نے فرمایا تو نے سچ کہا یا احسن فرمایا، تو نے اچھا کہا۔

اجماع امت اور کیفیت وتر:

1: عن الحسن قال اجمع المسلمون على ان الوتر ثلاث لا يسلم الا في آخرهن. (مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 194 رقم 177)

ترجمہ: اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں ان کی صرف آخری رکعت میں سلام ہے۔

2: قد اجمعوا ان الوتر ثلاث لا يسلم الا في آخرهن. (طحاوی ج 1 ص 207 باب الوتر) ترجمہ: اس بات پر اجماع کیا ہے کہ وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔

وتر کی دوسری رکعت میں تشہد:

1: عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح الصلوة بالتكبير والقراءة بالحمد لله رب العالمين.. وكان يقول في كل ركعتين التحية.. الحديث. (مسلم ج 1 ص 194 باب ما يجمع صفة الصلاة)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر سے نماز شروع کرتے جبکہ قرأت کو الحمد لله رب العالمین سے اور آپ علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہر دو رکعت میں التحیات (تشہد) ہے۔

2: عن عبد الله قال كنا لاندرى ما نقول في كل ركعتين غير ان نسبح و نكبر و نحمد ربنا وان محمدا علم فواتح الخير وخواتمه فقال اذا قعدتم في كل ركعتين فقولوا التحيات لله... الخ. (سنن النسائي ج 1 ص 174 كيف التشهد الاول)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ جب دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھیں تو کیا کریں بجز اس کے کہ تسبیح کہیں تکبیر کہیں، اپنے

پروردگار کی تعریف کریں اور یہ کہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا بھلائی کی باتیں سکھائی گئیں ہیں، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تم دو رکعت پڑھ کر بیٹھو تو یوں کہو التحیات للہ (آخر تشہد تک)

3: عن الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ مثنیٰ مثنیٰ تشہد فی کل رکعتین۔

(جامع الترمذی ج 1 ص 187 لمجم الکبیر ج 8 ص 26)

ترجمہ: آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے رات کی نماز دو رکعت ہے اور ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے۔

دعائے قنوت کے الفاظ:

نماز وتر میں دعائے قنوت کے الفاظ اللھم انا نستعینک احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلفاء راشدین نے اس کو معمول بہا بنایا ہے اور جمہور امت نے بھی اسی کو معمول بنایا ہے۔

عن خالد بن ابی عمر ان قال بیئنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعوا علی مضر اذ جاءہ جبرائیل علیہ السلام فاوحی الیہ ان اسکت فسکت فقال یا محمد ان اللہ لم یبعثک سبأاً ولا لعناً وانما بعثک رحمة ولم یبعثک لیس لك من الامر شیء او یتوب علیہم الایة قال ثم علمہ هذا القنوت اللھم انا نستعینک ونستغفرک..... الخ

(سنن الکبریٰ بیہقی ج 2 ص 210، مصنف ابن ابی شیبہ ج 4 ص 518)

ترجمہ: حضرت خالد بن ابی عمر ان کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ مضر کے لیے بد دعا کر رہے تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور خاموش ہونے کا اشارہ کیا آپ علیہ السلام خاموش ہو گئے تو جبرائیل علیہ

السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو گالی دینے والا اور لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے عذاب بنا کر نہیں بھیجا آپ کے اختیار میں اس قسم کے امور نہیں ہیں اللہ چاہے تو ان کو عذاب دے یا ان کی توبہ قبول کر لے کیونکہ وہ ظالم ہیں پھر آپ کو یہ دعائے قنوت تعلیم فرمائی۔

یہی دعا قنوت معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کے متعدد آثار میں مفصل طور پر مروی ہے جن کے مجموعہ سے یہ مکمل دعا ثابت ہے، ان آثار کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 213 تا 215۔ مصنف عبد الرزاق ج 3 ص 29 تا 31)

فائدہ: امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ؛ امام بخاری و امام مسلم کے شیخ اور استاذ ہیں اور امام عبد الرزاق رحمہ اللہ؛ امام احمد بن حنبل کے شیخ و استاد ہیں۔

قنوت قبل الركوع:

وتر میں قنوت کا عمل تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے اور سال بھر کا معمول ہے جن روایات میں رکوع کے بعد قنوت کا ذکر ہے اس قنوت سے مراد قنوت نازلہ ہے۔

1: عن عاصم قال سألت انس بن مالك رضي الله عنه عن القنوت فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع او بعده؟ قال قبله قال فان فلانا اخبرني عنك انك وقلت بعد الركوع فقال كذب انما قنوت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهرا۔ (صحیح بخاری ج 1 ص 136 باب القنوت قبل الركوع وبعده)

ترجمہ: حضرت عاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ

عنه سے نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا کہ وہ رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رکوع سے پہلے ہے۔ آپ علیہ السلام نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی تھی۔

2: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر ویقنت قبل الرکوع۔ (سنن نسائی ج 1 ص 248) ترجمہ: آپ علیہ السلام وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

3: عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلاث رکعات کان یقرء فی الاولیٰ ب۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیۃ ب۔ قل یا ایہا الکافرون، وفی الثالثۃ ب۔ قل هو اللہ احد ویقنت قبل الرکوع۔ (سنن نسائی ص 243، قیام اللیل للمروزی، باب کیف الوتر بثلاث ص 248) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے: آپ علیہ السلام تین رکعت وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل هو اللہ احد پڑھتے تھے، اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

4: عن علقمۃ ان ابن مسعود واصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یقنتون فی الوتر قبل الرکوع۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 4 ص 521) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اجمعین وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

فائدہ: خود علماء غیر مقلدین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ قنوت وتر کا محل قبل الرکوع ہے اور جن روایات میں بعد الرکوع کا ذکر ہے ان سے مراد قنوت نازلہ ہے۔

1: چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مبشر ربانی لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کے قول و فعل اور صحابہ کرام کے عمل سے وتر میں دعا قنوت رکوع سے قبل ثابت ہے اور اکثر روایات رکوع سے قبل ہی قنوت وتر پر دلالت کرتی ہیں۔ جو دعا ہنگامی حالات میں مسلمانوں کی خیر خواہی کفار و مشرکین اور دشمنان اسلام کے خلاف بد دعا کے طور پر کی جاتی ہے وہ رکوع کے بعد ہے جسے قنوت نازلہ کہا جاتا ہے، اور جو دعا رکوع سے قبل مانگی جاتی ہے وہ قنوت وتر ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج 1 ص 185 از مبشر ربانی)

2: غیر مقلدین کہتے ہیں قنوت وتر رکوع سے پہلے پڑھنا رائج ہے جیسا کہ نسائی وغیرہ سے ثابت ہے جو لوگ رکوع کے بعد پڑھتے ہیں، وہ قنوت نازلہ پر قیاس کر کے ہی پڑھتے ہیں،، مؤلف کتاب کی ذکر کردہ روایات کا تعلق قنوت نازلہ ہی سے ہے۔

(تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلاة الرسول ص 295)

3: بعض غیر مقلدین لکھتے ہیں وتر میں رکوع کے بعد قنوت کی تمام روایات ضعیف ہیں اور جو روایت صحیح ہے اس میں صراحت نہیں کہ آپ علیہ السلام کا رکوع کے بعد والا قنوت قنوت وتر تھا یا قنوت نازلہ لہذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ وتر میں قنوت رکوع سے پہلے کیا جائے۔ (نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں ص 236)

دعائے قنوت کے وقت رفع یدین:

وتر کی تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر تکبیر کہنا اور رفع یدین کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

1: عن ابی عثمان قال کان عمر یرفع یدیه فی القنوت۔

(جزء رفع الیدین مترجم ص 346)

ترجمہ: ابو عثمان کہتے ہیں حضرت عمر قنوت کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

2: عن عبد الله انه كان يقرء في آخر ركعة من الوتر قل هو الله احد ثم يرفع يديه ويقتل قبل الركعة۔ (جزء رفع اليدين مترجم ص 346)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھتے تھے پھر رفع الیدین کرتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

3: عن الاسود عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه انه كان يرفع يديه في قنوت الوتر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 4 ص 531)

ترجمہ: حضرت اسود رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں قنوت کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

فائدہ: خود غیر مقلدین کے علماء کرام بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے متعلق کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔

1: صحیح حدیث سے صراحتہ ہاتھ اٹھا کر یا باندھ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج 3 ص 206)

2: دعا قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق کوئی صحیح مرفوع روایت نہیں ہے۔ (نماز نبوی ص 237)

3: بعض صحابہ کرام سے وٹروں میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے بارے میں ضعیف آثار بھی ملتے ہیں بہتر یہ ہے کہ قنوت وتر میں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔

(حاشیہ صلوٰۃ الرسول ص 297)

نوٹ: راقم نے نماز وتر اور دیگر اہم مسائل پر تفصیلی اور مدلل بحثیں فائلز کی صورت میں محفوظ کرادی ہیں۔ درج ذیل نمبر پر رابطہ کر کے آپ منگوا بھی سکتے ہیں۔

ایک رکعت وتر کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلدین ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور دلیل کے طور پر چند احادیث پیش کرتے ہیں۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ ان کے موقف کی حقیقت کیا ہے؟

دلیل نمبر 1: حدیث عائشہ بروایت سعد بن ہشام:

حضرت سعد بن ہشام انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: أنبئینی عن وتر رسول اللہ {صلی اللہ علیہ وسلم} فقالت کنا نعد له سواکة وطهوره فیبعثه اللہ متى شاء أن یبعثه من اللیل فیتسوک ویتوضأ ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیها إلا فی الثامنة.... الخ (صحیح مسلم ج 1 ص 256)

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتلائیے، فرمایا: ہم آپ کے لیے مسواک اور پانی تیار کر رکھتے تھے، رات کے کسی حصہ میں اللہ تعالیٰ آپ کو بیدار کرتے تو آپ مسواک کرتے، وضو کرتے اور نور کعتیں پڑھتے، ان میں صرف آٹھویں رکعت پر بیٹھتے، پس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، حمد و ثناء کرتے، دعا مانگتے، پھر اس طرح سلام پھیرتے کہ ہمیں سن جاتا، پھر سلام کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے پس یہ کل گیارہ رکعتیں ہوئی، پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن رسیدہ ہو گئے اور بدن بھاری ہو گیا، تو سات رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

اور دو رکعتیں اس طرح پڑھتے تھے جس طرح پہلے پڑھا کرتے تھے پس یہ کل نو کعتیں ہوئیں۔

طرز استدلال:

پہلے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نور کعتیں پڑھتے تھے، ان میں صرف آٹھویں رکعت پر قعدہ فرماتے تھے اور نویں رکعت پر سلام پھیرتے تھے، اور آخری زمانے میں سات وتر پڑھتے تھے، ان میں چھٹی رکعت پر بغیر سلام قعدہ کرتے اور ساتویں رکعت پر سلام پھیرتے تھے معلوم ہوا کہ وتر ایک رکعت ہے۔

جواب:

قارئین کرام! آپ نے غیر مقلدین کی دلیل دیکھ لی اور ان کا طرز استدلال بھی ملاحظہ کر لیا۔ اب آئیے اس کا جائزہ لیتے ہیں: مذکورہ حدیث اسی سند سے سنن نسائی ج 1 ص 248، موطا امام محمد ص 151 طحاوی شریف ج 1 ص 137 مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 295 دار قطنی ج 1 ص 175 اور بیہقی ج 3 ص 31 پر ان الفاظ سے مروی ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يسلم في ركعتي الوتر

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

اور مستدرک حاکم ج 1 ص 304 میں یہی حدیث ان الفاظ سے ہے: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث لا يسلم الا في آخرهن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا کرتے تھے۔

مسند احمد ج 6 ص 156 میں سعد بن ہشام کی یہی حدیث ان الفاظ میں ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى العشاء دخل المنزل ثم صلى ركعتين ثم صلى بعدهما ركعتين اطول منهما ثم اوتر بثلاث لا يفصل بينهما ثم صلى ركعتين وهو جالس۔

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز عشاء سے فارغ ہو کر گھر میں

تشریف لاتے تو پہلے دو رکعتیں پڑھتے پھر دو رکعتیں ان سے طویل پڑھتے پھر تین رکعتیں (وتر) پڑھتے ایسے طور پر کہ ان کے درمیان سلام کا فاصلہ نہیں کرتے تھے، پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

ملحوظہ:

یہ ایک ہی راوی کی روایت کے مختلف الفاظ ہیں، ان تمام طرق و الفاظ کو جمع کرنے سے درج ذیل امور واضح ہو جاتے ہیں:

- 1: سعد بن ہشام کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل گیارہ رکعتیں ادا کرتے تھے، جن میں وتر اور وتر کے بعد کے دو نفل بھی شامل تھے۔
- 2: ہر دو رکعت پر قعدہ کرتے تھے۔
- 3: ان میں تین رکعتیں وتر کی ہوتی تھیں۔
- 4: وتر کی دو رکعتوں پر قعدہ کرتے تھے، مگر سلام نہیں پھیرتے تھے۔
- 5: وتر کے بعد بیٹھ کر دو نفل پڑھتے تھے۔

خلاصہ کلام:

روایت بالا میں وتر سے پہلے اور بعد کے نوافل کو ملا کر ذکر کر دیا گیا، جس کی وجہ سے اشکال پیدا ہوا ہے حالانکہ سائل کا سوال صلوٰۃ اللیل کے بارے میں نہیں بلکہ وتر کے بارے میں تھا، اسی لیے جواب میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صلوٰۃ اللیل کی رکعات کو تو اجمالاً بیان فرمایا اور ان رکعات میں سے جو رکعات وتر کی تھیں ان کی تفصیل بیان فرمائی کہ آٹھویں رکعت پر جو وتر کی دوسری رکعت تھی قعدہ فرماتے تھے مگر سلام نہیں پھیرتے تھے اور نویں رکعت پر جو وتر کی تیسری رکعت تھی، سلام پھیرتے تھے۔

تنبیہ: صحیح مسلم میں امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو یہ ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور کعتیں پڑھتے تھے ان میں نہیں بیٹھتے تھے مگر آٹھویں رکعت میں پس ذکر و حمد اور دعا کے بعد اٹھ جاتے تھے اور سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ نویں رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔ (صحیح مسلم ج 1 ص 256)

اس روایت کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ان آٹھ رکعتوں میں قعدہ ہوتا ہی نہیں تھا۔ کیوں کہ یہ مضمون خود امی عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی احادیث کے خلاف ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آٹھویں رکعت پر بغیر سلام کے جو قعدہ فرماتے تھے، پہلی رکعتوں میں اس طرح کا قعدہ نہیں فرماتے تھے بلکہ ماقبل کی رکعتوں میں ہر دو گانہ پر سلام پھیرتے تھے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے سعد بن ہشام کی مختلف روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے ان میں اب کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا، اگر ایک ہی راوی کی روایت ایک ہی سند مختلف الفاظ میں مروی ہو تو اس کو مختلف واقعات پر محمول کر کے یہ سمجھ لینا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایسا کرتے ہوں گے، اور کبھی ایسا کرتے ہوں گے یہ طرز فکر درست نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک واقعہ کی مختلف تعبیرات ہیں، ایک ہی واقعہ کو نقل کرنے والے جب مختلف الفاظ اور مختلف انداز میں نقل کر دیں تو وہ متعدد واقعات نہیں بن جاتے۔

دلیل نمبر 2: حدیث عائشہ بروایت عروہ بن زبیر:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے خواہر زادہ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ام المؤمنین سے روایت کرتے ہیں:

كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُؤْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا

اضطجع على شِقْوِهِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمَوَدُّنُ، فَيَصِلُ رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ۔

(صحیح مسلم ج 1 ص 253)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے، ان میں سے ایک رکعت سے وتر کیا کرتے تھے۔

جواب:

سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے وتر سے متعلق مختلف روایات مروی ہیں، مثلاً: طحاوی ج 1 ص 138، پر موجود روایت کے الفاظ یہ ہیں: کان یصلی باللیل ثلاث عشرة رکعة ثم یصلی اذا سمع النداء رکعتین خفیفَتین۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، جب کہ پہلی روایت میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے تو ہم اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ان روایات میں نہ کوئی تعارض ہے نہ ہی متعدد واقعات پر محمول ہیں، بلکہ یہ ایک ہی واقعہ کی مختلف تعبیرات ہیں۔

جس روایت میں یہ ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھتے تھے ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت سے وتر کیا کرتے تھے، اس میں دو حکم الگ الگ بیان کیے گئے ہیں: 1: ہر دو رکعت پر قعدہ کرنا 2: ایک رکعت کو ماقبل کے دو گانہ سے ملا کر وتر بنانا، ان دو حکموں میں سے پہلا حکم وتر سے قبل آٹھ رکعتوں سے متعلق ہے اور دوسرا حکم وتر کی تین رکعات سے متعلق ہے لہذا روایت بالا کا یہ مطلب نہیں کہ وتر کی تنہا ایک رکعت پڑھتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ گیارہویں رکعت کو ماقبل دو گانہ سے ملا کر وتر بناتے تھے۔ ہماری اس توجیہ پر دو قرینے پیش خدمت ہیں۔

قرینہ نمبر 1:

خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ متواتر روایات جن میں تین رکعات وتر کی صراحت ہے، مثلاً:

1: ثم یصلی ثلاثاً

(صحیح بخاری ج 1 ص 154، صحیح مسلم ج 1 ص 254، سنن ابوداؤد ج 1 ص 189)

2: عن سعد بن هشام ان عائشة حدثته ان رسول الله صلى الله عليه

وسلم كان لا یسلم فی رکعتی الوتر (سنن نسائی ج 1 ص 248، موطا امام محمد ص 151)

3: عن عمرة عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

كان یوتر بثلاث یقر فی الركعة الاولى بسبح اسم ربك الاعلیٰ... الخ

(مستدرک حاکم ج 1 ص 305)

قرینہ نمبر 2:

خود سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تین رکعت پر فتویٰ موجود ہے:

عن ابی الزناد عن السبعة سعید ابن المسيب وعروة بن الزبير والقاسم

بن محمد..... ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرهن.. (سنن طحاوی ج 1 ص 145)

دلیل نمبر 3: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک رات اپنی خالہ ام المؤمنین

میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اسی مقصد کے لیے قیام کیا تھا، کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے قیام اللیل کا مشاہدہ کریں۔

یہ روایت مختلف طرق والفاظ سے مروی ہے، ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ثَمْتُ عِنْدَ مَيْمُونَةَ

وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ عَلَى يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رُكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُوَدِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأَ. (صحیح بخاری ج 1 ص 97)

اس کے تین جواب ہیں۔

جواب 1:

اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والحاصل أن قصة مبيت ابن عباس يغلب على الظن عدم تعددها فلهذا ينبغي الاعتناء بالجمع بين مختلف الروايات فيها ولا شك أن الأخذ بما اتفق عليه الأكثر والأحفظ أولى مما خالفهم فيه من هو دونهم ولا سيما أن زاد أنقص.

الحاصل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کاشانہ نبوت میں رات گزارنے کا واقعہ غالب خیال یہ ہے کہ ایک ہی بار کا ہے، اس لیے اس سلسلے میں جو مختلف روایات وارد ہیں ان کو جمع کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے اور کوئی شک اس حصہ کو لینا نہیں کہ جس پر اکثر اور احفظ متفق ہوں وہ اولیٰ ہوگا، بہ نسبت اس حصہ کے جس میں اختلاف ہو اور ان راویوں کے جو ان سے فروتر ہوں، خصوصاً جہاں کمی یا زیادتی ہو۔

جواب 2:

خود سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تیر رکعت وتر کی صراحت ہے، مثلاً:

1: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے علی بن عبد اللہ کی روایت ہے: ثم اوتر بثلاث. (صحیح مسلم ج 1 ص 261، سنن طحاوی ج 1 ص 140)

2: یحییٰ بن الجزار کی روایت ہے: کان یصلی من اللیل ثمان رکعات و یوتر

بثلاثا ویصلی رکعتین قبل صلوٰۃ الفجر۔ (سنن نسائی ج 1 ص 149)

3: کربیب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین بعد العشاء ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوثر بثلاثا۔ (سنن طحاوی ج 1 ص 141)

جواب 3:

خود سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا فتویٰ تین رکعت وتر کا ہے جیسا کہ حضرت ابو منصور فرماتے ہیں: سألت ابن عباس رضی اللہ عنہما عن الوثر فقال ثلاثا۔ (سنن طحاوی ج 1 ص 141)

خلاصہ کلام:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما قصہ کی تمام روایات کو جمع کیا جائے، تو ان میں متعدد روایات میں تین وتر کی تصریح ہے، اور باقی روایات اس کے لیے محتمل ہیں اس لیے ان روایات کو بھی تین ہی وتر پر محمول کیا جائے گا، ان کو الگ الگ واقعات پر محمول کر کے وتر کی مختلف صورتیں قرار دینا کسی طرح بھی صحیح نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے گزر چکا ہے یہ ایک ہی واقعہ کی مختلف تعبیرات ہیں، ان مختلف تعبیرات سے نہ تو کئی واقعات کو کشید کرنا درست ہے نہ ہی جواز وتر کی مختلف صورتیں پیدا کرنے کی سعی کرنا ٹھیک ہے۔

دلیل نمبر 4: حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا:

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یحییٰ جزار کی روایت ہے:

كان یصلی من اللیل احدی عشرۃ رکعتۃ فلما کبر وضع اوثر بسبع۔

(جامع الترمذی ج 1 ص 60، سنن نسائی ج 1 ص 251)

جواب:

یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مطابق ہے، اور ما قبل میں یہ تصریح گزر چکی ہے کہ ان میں آٹھ رکعتیں نوافل کی اور تین وتر کی ہوتی تھیں مگر مجموعہ صلوٰۃ اللیل کو لفظ وتر سے تعبیر کر دیا گیا، جیسا کہ خود امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں امام اسحاق بن ابراہیم سے اس کی تصریح نقل کرتے ہیں:

انما معناہ انہ کان یصلی من اللیل ثلاث عشرة رکعة مع الوتر فنبست صلوٰۃ اللیل الی الوتر۔ (جامع الترمذی ج 1 ص 60)

دلیل نمبر 5: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما:

صحیحین میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوٰۃ اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعة واحدة تو تر له ما قد صلی۔ (صحیح بخاری ج 1 ص 136، صحیح مسلم ج 1 ص 257)

اسی طرح صحیح مسلم میں سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے: الوتر رکعة من آخر اللیل۔ (صحیح مسلم ج 1 ص 257)

اس کے تین جواب ہیں۔

جواب 1:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وتعقب بانہ لیس صرد کافی الفصل فیحتمل ان یرید بقوله صلی رکعة واحدة ای مضافة الی رکعتین مما مضی۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج 2 ص 385)

ترجمہ: یہ حدیث ایک رکعت کے الگ پڑھنے پر صریح نہیں، کیوں کہ احتمال ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہو کہ گزشتہ دور رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر تین وتر پڑھے۔

وجہ یہ ہے کہ وتر (طاق) ہونا آخری رکعت پر موقوف ہے، جس کے ذریعے نمازی اپنی نماز کو وتر (طاق) بنائے گا، اس کے بغیر خواہ ساری رات بھی نماز پڑھتا رہے اس کی نماز وتر نہیں بن سکتی اس حقیقت کے اظہار کے لیے ایک دوسری تعبیر یہ اختیار فرمائی گئی الوتر رکعة من آخر الليل وتر ایک رکعت ہے رات کے آخری حصہ میں۔

جواب 2:

الوتر رکعة من آخر الليل بالکل ایسے ہی ہے جیسے حج کے بارے میں فرمایا گیا ہے الحج عرفہ۔ (جامع الترمذی ج 1 ص 178)

اس کا مطلب یہ ہے کہ وقوف عرفات کے بغیر حج کی حقیقت متحقق نہیں ہوتی، لیکن اس جملہ سے کوئی عاقل و سمجھ دار آدمی یہ مطلب ہر گز نہیں لے گا کہ حج کی پوری حقیقت بس وقوف عرفہ ہی ہے اس کے لیے نہ احرام کی ضرورت ہے اور نہ دوسرے مناسک کی، بعینہ اسی طرح الوتر رکعة من آخر الليل کا مطلب یہ ہے کہ ما قبل کی نماز کے ساتھ جب تک ایک رکعت کو نہ ملایا جائے تب تک وتر کی حقیقت متحقق نہیں ہوگی اس فرمان کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وتر کی پوری حقیقت ہی بس ایک رکعت ہے، اسی مفہوم کو دوسرے پیرائے میں یوں تعبیر کیا گیا ہے۔

صلوة الليل مثنیٰ مثنیٰ فاذا خشي احدكم الصبح صلى ركعة واحدة
توتر له ما قد صلى۔

اس فرمان پاک کا واضح مطلب اور بے غبار مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ رات کو دو دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے جب صبح کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہو تو

آخری دو گانہ کے ساتھ ایک رکعت اور ملائے، جس سے اس کی نماز وتر بن جائے گی۔

جواب 3:

خود سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی وتر کی تین رکعتیں ہیں سیدنا عامر الشبلی فرماتے ہیں: سألت ابن عمر وابن عباس رضي الله عنهما كيف كان صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل فقالا ثلاث عشرة ركعة ثمان ويوتر بثلاث، ورعتين بعد الفجر۔ (سنن طحاوی ج 1 ص 136)

دلیل نمبر 6: حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ:

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر حق على كل مسلم فمن احب ان يوتر بخمس فليفعل ومن احب ان يوتر بثلاث فليفعل ومن احب ان يوتر بواحدة فليفعل۔ (سنن ابوداؤد ج 1 ص 208)

اس کے دو جواب پیش خدمت ہیں۔

جواب 1:

محدثین کرام کے ہاں اس روایت پر کلام ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ التلخیص الخیر ج 2 ص 13 پر لکھتے ہیں: وصح ابو حاتم والذہلی والدارقطنی فی العلل والبیہقی وغیر واحد وقفه وهو الصواب۔

ابو حاتم، ذہلی دارقطنی، نے علل میں اور بہت سے حضرات نے اس کو موقوفاً صحیح کہا اور یہی درست ہے۔

یعنی صحیح اور درست بات یہ ہے کہ روایت بالا سیدنا ابو ایوب انصاری رضی

اللہ عنہ کا ذاتی قول ہے، حدیث مرفوعہ کی حیثیت سے صحیح نہیں ہے۔

جواب 2:

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہو معمول علی انہ کان قبل استقرأھا لان الصلوة المستقرة لا یخیر فی اعداد رکعاتھا۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج 5 ص 215)

اس پر قرینہ سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت کے یہ

الفاظ ہیں: قال: الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس رکعات فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدة فلیفعل ومن لم یستطع الا ان یومی اجماع فلیفعل۔

(مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 295 رقم 4645 باب کم الوتر عمدة القاری ج 5 ص 245)

خلاصہ کلام:

مذکورہ حدیث اول تو مرفوعہ نہیں ہے، بلکہ سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ذاتی قول ہے دوم، اس میں اضطراب ہے، بعض روایتوں میں پانچ تین ایک کا ذکر ہے بعض میں صرف ایک کا اور بعض میں اشارہ تک کی اجازت دی گئی ہے، ایسی صورت میں یہ کہنا انتہائی مشکل ہے کہ سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔

دلیل نمبر 7: حدیث امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وتر ایک رکعت پڑھتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات بتائی گئی تو آپ نے کیا جواب دیا؟ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن ابن ابی ملیکة قیل لابن عباس رضی اللہ عنہما هل لك فی امیر

المومنین معاویۃ فأنه ما أوتر إلا بواحدة قال أصاب انه فقیه.

(صحیح بخاری ج 1 ص 531)

اور ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں دعہ فأنه قد صحب
معلوم ہوا کہ ایک رکعت وتر کا جواز صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

جواب:

یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذاتی اجتہاد تھا صحیح حدیث کی رو سے مجتہد کو
خطا پر بھی اجر ملتا ہے۔

2: یہ عمل صحابی ہے جو تمہارے نزدیک حجت نہیں۔ (نزل الابراہ ص 101)

3: اس حدیث کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اس وقت ماحول ایک رکعت پڑھنے کا
نہیں بلکہ تین رکعت پڑھنے کا تھا ورنہ دیکھنے والا کبھی اعتراض نہ کرتا۔

4: علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دعہ ای اترك القول فيه والانكار عليه
(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج 11 ص 466)

5: علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واما قوله دعہ فأنه قد صحب
وقوله أصاب انه فقیه معناه أصاب في زعمه لانه مجتهد واراد بذلك زجر
التابعين الصغار عن الانكار على الصحابة الكبار لا سيما على الفقهاء
المجتهدين منهم۔ (امانی الاحبار ج 4 ص 252)

6: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل جب مشہور ہوا تو سیدنا ابن عباس
رضی اللہ عنہما نے بڑی شدت سے اس کا انکار فرمایا۔ (سنن طحاوی ج 1 ص 203)

آخری بات:

حقیقت میں وتر ایک رکعت نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ایک رکعت وتر پڑھنا کسی بھی صحیح حدیث سے بالکل ثابت نہیں۔

1: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ التلخیص الجبیر میں امام رافعی کے حوالے سے حافظ ابن صلاح کا یہ قول نقل کرتے ہیں: لا نعلم فی روایات الوتر مع کثرتها انه علیه الصلوة والسلام او تر بوحدۃ فحسب۔ (التلخیص الجبیر ج 2 ص 15)

ترجمہ: وتر کی روایات کی کثرت کے باوجود ہمیں معلوم نہیں کہ کسی روایت میں یہ آتا ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صرف ایک رکعت وتر پڑھی ہو۔

2: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن البتداء ان یصلی الرجل رکعة واحدة یوتر بها۔

3: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مما اجزأت رکعة واحدة قط۔ (موطا امام محمد ص 150 باب السلام فی الوتر)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ غیر مقلدین کے پیش کردہ دلائل بہت کمزور ہیں۔ جبکہ ہم نے تعداد رکعات وتر میں جو دلائل پیش کیے ہیں وہ بہت وزنی اور مضبوط ہیں۔ اس لیے اہل السنۃ والجماعت ان دلائل کے پیش نظر تین رکعات وتر کے قائل ہیں اور تین سے رکعت سے کم وتر کو تسلیم نہیں کرتے۔

ہماری گزارش اہل انصاف سے یہ ہے کہ دلائل کو دیکھتے ہوئے اہل السنۃ والجماعت کے موقف کو تسلیم فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اتحاد و اتفاق کی دولت نصیب فرمائے اور اہل حق کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامی الکریم

سجدہ تلاوت کے مسائل

قرآن منبع ہدایت ہے، جب اس کی تلاوت تمام آداب، شرائط اور اس کے حقوق ادا کر کے نہایت غور و خوض سے کی جائے تو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماتے ہیں اور علم و حکمت کے دریا بہا دیتے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کے احکام میں سے ایک حکم سجدہ تلاوت بھی ہے کہ بعض متعین آیات کریمہ کی تلاوت کرنے اور سننے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

سجدہ تلاوت کا طریقہ:

مسئلہ 1: سجدہ تلاوت کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے، سجدہ میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھالے۔ بس سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

مسئلہ 2: بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر بغیر ہاتھ اٹھائے پہلے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں اور تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہیں پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو جائیں، ورنہ بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کے سجدہ میں جائیں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہیں اور اللہ اکبر کہہ کے بیٹھ جائیں، آپ کا سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

سجدہ تلاوت کے متفرق مسائل:

مسئلہ 1: سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے سننے والا قرآن شریف کے سننے کی غرض سے بیٹھا ہو یا کسی اور کام میں مشغول ہو اور بغیر ارادہ کے آیت سجدہ سن لی ہو، اس لیے بہتر یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا سجدہ

کی آیت کو آہستہ پڑھے تاکہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

مسئلہ 2: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی مگر نماز ہی میں سجدہ تلاوت ادا نہ کیا تو نماز کے بعد سجدہ کرنے سے سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا اور وہ شخص گناہ گار ہوگا اب سوائے توبہ استغفار کے اور کوئی صورت نہیں۔

مسئلہ 3: امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ تلاوت کیا تو بس یہ ایک سجدہ ہی کافی ہے الگ الگ دو سجدے کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ 4: نماز میں اگر کوئی شخص آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے اگر چھوٹی تین آیتیں یا ایک لمبی آیت پڑھ کے سجدہ تلاوت کیا تو آخر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے اگر تین چھوٹی آیات سے کم تلاوت کر کے ہی سجدہ تلاوت کر لیا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ 5: ترواح میں سجدہ تلاوت کا اعلان کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر اعلان کرے تو منع بھی نہیں لیکن اعلان کرنے کو لازم نہ سمجھا جائے کیونکہ خیر القرون میں سلف و صالحین سے اعلان کرنا ثابت نہیں۔ ہاں اگر مقتدیوں کی نماز میں تشویش پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اعلان کر دینا بہتر ہے۔

مسئلہ 6: جس رکعت میں آیت سجدہ پڑھی ہے اس رکعت میں سجدہ کرنا بھول گیا ہے تو دوسری یا تیسری رکعت میں جب بھی یاد آجائے فوراً سجدہ کر لے اور آخر میں سجدہ سہو بھی کر لے۔

مسئلہ 7: بغیر وضو کے سجدہ تلاوت کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ 8: اگر ایک آیت سجدہ تلاوت کی ہے یا سنی ہے تو صرف ایک سجدہ ادا کیا

جائے۔ ایک سے زائد نہیں۔

مسئلہ 9: اگر کئی آیات سجدہ تلاوت کی ہیں یا سنی ہیں تو جتنی تعداد آیات سجدہ کی ہے اتنے ہی سجدے ادا کیے جائیں۔ مثلاً اگر 5 آیات سجدہ تلاوت کی ہیں یا سنی ہیں تو صرف 5 سجدے ہی ادا کیے جائیں۔

مسئلہ 10: فوراً اسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں لیکن مستحب یہ ہے کہ وضو ہو تو اس وقت سجدہ کر لے شاید بعد میں یاد نہ رہے۔

مسئلہ 11: جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں، مثلاً وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف رخ کرنا، وغیرہ

مسئلہ 12: اگر کسی عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے آیت سجدہ سن لی اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوا اور اگر ایسی حالت میں آیت سجدہ سنی کہ مدت حیض یا مدت نفاس پوری ہو چکی تھی لیکن ابھی غسل نہیں کیا تھا تو اب سجدہ تلاوت اس پر واجب ہو چکا ہے غسل کے بعد ادا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ 13: نماز پڑھنے کے دوران کسی اور شخص سے سجدہ کی آیت سنی تو نماز میں سجدہ نہ کیا جائے بلکہ نماز مکمل کر لینے کے بعد سجدہ ادا کریں۔ اگر نماز ہی میں سجدہ تلاوت ادا کیا تو وہ سجدہ ادا نہیں ہو گا دوبارہ کرنا پڑے گا اور گناہ بھی ہو گا۔

مسئلہ 14: سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، پھر اسی جگہ نماز کی نیت کی وہی آیت نماز میں پڑھی اور نماز میں سجدہ تلاوت کیا تو یہی سجدہ تلاوت کافی ہے، دونوں سجدے ادا ہو جائیں گے البتہ اگر جگہ بدل گئی ہو تو دوسرا سجدہ کرنا واجب ہو گا۔

مسئلہ 15: اگر کوئی شخص کسی امام سے آیت سجدہ سننے کے بعد اس کی اقتداء کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: جس رکعت میں امام نے آیت سجدہ تلاوت کی ہو، وہی رکعت اس کو اگر مل جائے تو اس کو سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں اس رکعت کے مل جانے سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ مل گیا۔

دوسری صورت: وہ رکعت نہ ملے تو نماز پوری کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔
مسئلہ 16: امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا ہے اور امام وہ آیت پڑھ کر سجدہ تلاوت کیا تو یہ سجدہ کافی ہے تو اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں ہیں۔

مسئلہ 17: اگر آیت سجدہ کی تلاوت کے فوراً بعد یاد دو تین آیات پڑھ کر رکوع کیا اور اس میں نیت سجدہ تلاوت کر لی تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا اور مقتدیوں کی بھی نیت کرنے کی ضرورت ہے بغیر نیت کے ان کے ذمہ سے سجدہ تلاوت ادا نہ ہو گا اور تین آیات سے زیادہ تلاوت کر لی تو اب رکوع میں نیت کرنے سے سجدہ تلاوت ادا نہ ہو گا۔
مسئلہ 18: اگر کسی آدمی کے ذمہ میں بہت سارے سجدہ تلاوت باقی رہ گئے اور اب بیماری کی وجہ سے زمین پر سجدہ کرنے پر قادر نہیں رہا تو اب وہ جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کرتا ہے، سجدہ تلاوت کا سجدہ بھی اسی طرح اشارہ سے کرنے سے ادا ہو جائے گا، اس کے بجائے فدیہ دینا کافی نہیں اور تاخیر کی وجہ سے توبہ و استغفار لازم ہے
مسئلہ 19: آیت سجدہ کا ایک جز بھی تلاوت کر لیا تو سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اگرچہ پوری آیت تلاوت نہ کی ہو۔

مسئلہ 20: اگر مکروہ اوقات میں یعنی طلوع آفتاب غروب شمس اور زوال کے وقت آیت سجدہ تلاوت کی گئی تو ان اوقات میں سجدہ تلاوت کرنا جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے، افضل اور بہتر یہ ہے کہ مکروہ اوقات نکل جانے کے بعد سجدہ کرے اور اگر آیت

سجدہ کی تلاوت ان وقتوں علاوہ کسی اور وقت میں کی گئی تو اس کا سجدہ ان تین مکروہ وقتوں میں کرنا ٹھیک نہیں بلکہ مکروہ وقت سے پہلے یا بعد میں کیا جائے۔

سجدہ تلاوت کی تعداد:

نمبر شمار	پارہ نمبر	سورۃ کا نام	آیت نمبر
1	9	اعراف	206
2	13	رعد	15
3	14	نحل	50
4	15	بنی اسرائیل	109
5	16	مریم	58
6	17	حج	18
7	19	فرقان	60
8	19	نمل	26
9	21	سجدہ	15
10	23	ص	24
11	24	حم سجدہ	38
12	27	نجم	62
13	30	انشقاق	21
14	30	علق	19

نوٹ: احناف کے ہاں سورۃ حج میں پہلا سجدہ تلاوت کا ہے دوسرا نہیں، جبکہ شوافع کے ہاں سورۃ حج میں دو سجدے ہیں اور سورۃ ص والا سجدہ شکر ہے سجدہ تلاوت نہیں۔

زکوٰۃ کے فضائل و مسائل

دین اسلام میں زکوٰۃ ہر مالدار صاحبِ نصاب پر فرض ہے۔ زکوٰۃ کی معاشرتی حیثیت ایک مکمل اور جامع نظام کی ہے۔ اگر ہر صاحبِ نصاب زکوٰۃ دینا شروع کر دے تو مسلمان معاشی طور پر خوشحال ہو سکتے ہیں اور اس قابل ہو سکتے ہیں کہ کسی غیر سے قرض کی بھیک نہ مانگیں اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے بحیثیت مجموعی مسلمان سود کی لعنت سے بچ سکتے ہیں۔

زکوٰۃ کی فضیلت:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً 32 مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو ذکر فرمایا ہے۔ جس سے اس کی اہمیت معلوم ہو سکتی ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی بے شمار احادیث میں زکوٰۃ کی فضیلت، ترغیب اور افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ زکوٰۃ کو دین میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو سخت عذاب کی وعید بتلائی گئی ہے۔ ایک حدیث ملاحظہ ہو!

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما من رجل لا یؤدی زکوٰۃ ماله الا جعله اللہ یوم القيامة فی عنقه شجاعا ... ولا یحسبن الذین یتخلون بما آتاهم اللہ من فضله۔ (جامع الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔ (راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی آیت کا مصداق ہمیں سمجھایا اور یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے) اور ہر گز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ ان کے لیے اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کی بہت بری ہے وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

صاحبِ نصاب کون ہے؟:

جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد و عورت کو صاحبِ نصاب کہا جاتا ہے۔

وجوب کی شرائط:

- 1: مسلمان ہونا
- 2: نصاب کا پورا ہونا
- 3: عاقل بالغ ہو
- 4: اس پر سال گزر جائے۔

زکوٰۃ کے چند اہم مسائل:

مسئلہ 1: اگر کسی کی آمدنی کافی ہے لیکن وہ مقروض ہے اور خرچہ زیادہ ہونے کی وجہ سے قرض ادا کرنے پر قادر نہیں تو ایسے آدمی پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ 2: جس شخص کی ماہانہ آمدنی معقول ہے لیکن سال بھر تک اس کے پاس نصاب

کی مقدار جمع نہیں رہتی اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ 3: اگر ادھار کی رقم نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو وصول ہونے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا اگر ادھار کی رقم وصول ہونے میں چند سال کا عرصہ گزر گیا تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا۔

مسئلہ 4: اگر استاد غریب ہے نصاب کا مالک نہیں تو شاگرد کے لیے استاد کو زکوٰۃ دینا جائز بلکہ مستحق استاد کو زکوٰۃ دینے کا ثواب زیادہ ملے گا۔

مسئلہ 5: مردہ کے ایصال ثواب کے لیے زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں بلکہ دوسری حلال رقم صدقات زکوٰۃ کے علاوہ سے ایصال ثواب کرنا ہوگا ورنہ میت کو ثواب نہیں ہوگا۔

مسئلہ 6: باپ اور بیٹا مل کر پیسہ کماتے ہیں اور پیسہ والد کے قبضہ میں ہے اور باپ ہی اس میں سے تصرف کرتا ہے اور وہ رقم نصاب کے برابر ہے تو سال گزرنے کے بعد باپ کے لیے زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا بیٹے کے لیے نہیں کیونکہ ان پیسوں کا مالک باپ ہے ہاں اگر وہ اپنا اپنا پیسہ تقسیم کر دیں تو الگ الگ زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ 7: اپنے باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

مسئلہ 8: بچہ اگر صاحب نصاب ہے تو نابالغ ہونے کی وجہ سے اس کے مال وغیرہ پر زکوٰۃ واجب نہیں اور ولی کے لیے نابالغ کے مال سے زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں ہوگا دوسری عبادات کی طرح بچہ پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ 9: زکوٰۃ کی رقم سے مکانات بنا کر مستحق لوگوں میں تقسیم کرنے سے زکوٰۃ ادا ہوگی البتہ مستحق لوگوں کو مکمل طور پر مالک بنا دینا ضروری ہے مکان کا قبضہ بھی دے دیں رجسٹرڈ کر اگر کاغذات بھی ان کے حوالے کر دے تاکہ وہ اپنے اختیار سے جس قسم کا جائز تصرف کرنا چاہے کر سکیں۔

مسئلہ 10: جو رقم زکوٰۃ کی نیت کے بغیر ادا کی جائے اور جس کو دی جائے وہ خرچ بھی کر لے اب اگر اس مال کو زکوٰۃ میں شمار کیا جائے تو وہ درست نہیں اور زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

مسئلہ 11: بھابھی، بھائی، بھتیجا، بہن اگر وہ نصاب کے مالک نہیں اور مستحق بھی ہیں اور ان کا کھانا پینا الگ ہو تو ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

مسئلہ 12: اگر حکومت یا بینک والے کھاتے داروں سے ان کی اجازت سے اصل رقم سے زکوٰۃ کاٹ کر مستحقین زکوٰۃ کو مالکانہ طور پر دیتے ہیں تو زکوٰۃ ادا ہوگی اور اگر اصل رقم سے ادا تو کریں لیکن مالک کے اجازت کے بغیر تو پھر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی مالک کو زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اور اگر وہ حکومت یا بینک والے اصل رقم سے نہیں بلکہ نفع کے نام پر جمع ہونے والی سود کی رقم سے زکوٰۃ ادا کریں تو زکوٰۃ بالکل ادا نہیں ہوگی کیونکہ حرام رقم سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

مسئلہ 13: بیوی کو اگر شوہر زکوٰۃ دے تو یہ جائز نہیں۔

مسئلہ 14: اگر بیوی صاحب نصاب ہے تو خود بیوی کو زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے شوہر پر ضروری نہیں۔

مسئلہ 15: پرائز بانڈ کی اصل قیمت یعنی جس رقم سے پرائز بانڈ خریدا ہے وہ نصاب کے برابر ہو تو اس اصلی رقم پر زکوٰۃ واجب ہے اور ہر قرعہ اندازی میں نام نکلنے کی صورت میں جو رقم زائد ملتی ہے وہ نہ تو لینا جائز ہے اور نہ ہی اس پر زکوٰۃ ہے جہاں سے لیتا ہے واپس کرے ورنہ بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

مسئلہ 16: اگر کوئی تجارت کی نیت سے پلاٹ خریدے یا زمین خریدے (یعنی فروخت کرنے کی نیت سے) تو اس صورت میں اس کی قیمت سے ہر سال زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے

اور ہر سال مارکیٹ میں جو فروخت کی قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہوگا۔

مثلاً ایک پلاٹ ایک لاکھ میں خریدا تھا سال مکمل ہونے پر اس کی قیمت 5 لاکھ ہوگی تو زکوٰۃ 5 لاکھ سے دینی ہوگی اور اگر پلاٹ ذاتی ضروریات کے لیے خریدا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اور اگر پلاٹ خریدار قم کو محفوظ کرنے کے لیے تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ ہر سال واجب ہوگی۔

مسئلہ 17: اگر پلاٹ خریدتے وقت فروخت کرنے کی نیت نہیں تھی بعد میں فروخت کرنے کا ارادہ ہو گیا تو جب تک اس کو فروخت نہیں کیا جائے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔
مسئلہ 18: اگر کوئی شخص سال کے پورے ہونے سے پہلے یا سال مکمل ہونے کے بعد تھوڑی تھوڑی کر کے زکوٰۃ ادا کرے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ 19: اگر کسی آدمی نے کمیٹی کے طور پر پیسے جمع کروائے ہوں اور وہ نصاب کے برابر بھی ہوں اور پھر اس آدمی پر کسی قسم کا قرض وغیرہ بھی نہ ہو تو اس محفوظ شدہ پیسوں کی زکوٰۃ ادا کرنی ضروری ہوگی اور زکوٰۃ ادا کرتے وقت کمیٹی کی جمع شدہ رقم کو اصل مال اور نقدی کے ساتھ ملایا جائے گا۔

مسئلہ 20: اگر کوئی شخص یوں کرتا ہے کہ وہ انکم ٹیکس ادا کرتا ہے اور پھر یہ سمجھتا ہے کہ انکم ٹیکس کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ بھی ادا ہو گئی۔ تو اس کی یہ سوچ غلط ہے کیونکہ انکم ٹیکس ملکی ضروریات کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہے، جبکہ زکوٰۃ ایک مسلمان کے لئے فریضہ خداوندی اور عبادت ہے، انکم ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، بلکہ زکوٰۃ کا الگ ادا کرنا فرض ہے۔

نوٹ: ہم نے چند مسائل لکھ دیے ہیں۔ زکوٰۃ کے باقی مسائل دریافت کرنے کے لیے اپنے قریبی علماء / دارالافتاء سے رابطہ کریں۔

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ ہر رکعت میں پچتر (75) بار یہ تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنی چاہئے۔ طریقہ اس حدیث میں منقول ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَا عَبَّاسُ! يَا عَمَّاهُ! أَلَا أُعْطِيكَ إِلَّا أَمْتَحُكَ إِلَّا أَحْبُوكَ إِلَّا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذَلِكَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ خَطَاةَ وَحَمْدَهُ صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ عَشْرَ خِصَالٍ أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكَعَةٍ وَأَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعَ فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِي سَاجِدًا فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُودِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ فَتَقُولُهَا عَشْرًا فَذَا لِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ تَفْعَلُ ذَلِكَ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ إِنْ امْتَدَّغْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَأَفْعَلُ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي حُمْرِكَ مَرَّةً.

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 190 باب صلوٰۃ التسبیح)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا۔ اے چچا! کیا میں آپ کو ایک ہدیہ، تحفہ اور ایک خبر نہ دوں؟ کیا میں آپ کو دس باتیں نہ بتاؤں

کہ جب آپ انہیں کر لیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے نئے پرانے بھول کر کئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے، چھوٹے بڑے، چھپ کر کئے یا ظاہر سب گناہ معاف فرمادیں۔ وہ دس خصلتیں (باتیں) یہ ہیں کہ آپ چار رکعت پڑھیں۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھیں۔ جب پہلی رکعت میں قرات سے فارغ ہوں تو قیام ہی کی حالت میں یہ کلمات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار پڑھیں، جب رکوع کریں تو حالت رکوع میں دس بار پڑھیں، پھر رکوع سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ کے لئے جھک جائیں تو سجدہ میں دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ کریں تو دس مرتبہ کہیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں (پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں) ہر رکعت میں یہ کل پچھتر بار ہو گئے۔ آپ چار رکعت میں ایسا ہی کریں۔ اگر ہر دن پڑھنے کی طاقت ہو تو ہر دن پڑھیں، اگر ایسا نہ کر سکیں تو ہر جمعہ کو ایک بار پڑھیں، ہر جمعہ کی طاقت نہ ہو تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھیں، اگر ہر مہینہ میں نہ پڑھ سکیں تو سال میں ایک بار پڑھیں اور اگر سال میں بھی نہ پڑھ سکیں تو عمر بھر میں ایک بار ضرور پڑھیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ثناء پڑھنے کے بعد مذکورہ تسبیح پندرہ بار پڑھے۔ پھر رکوع سے پہلے رکوع کی حالت میں، رکوع کے بعد، سجدہ اولیٰ میں، سجدہ کے بعد بیٹھنے کی حالت میں، پھر دوسرے سجدہ میں دس دس بار پڑھے پھر سجدہ ثانی کے بعد نہ بیٹھے بلکہ کھڑا ہو جائے۔ باقی ترتیب وہی ہے۔

(جامع ترمذی ج 1 ص 109 باب ماجاء فی صلوة التسبیح، الترغیب والترہیب للمندری ج 1 ص 269 الترغیب فی صلوة التسبیح)

اعتکاف کے فضائل و مسائل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكَفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَقَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ. (صحیح البخاری: باب الاعتکاف فی العشر الأول، ج 1 ص 271)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔ پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف فرماتی رہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ... مَنْ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ تَعَالَى جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ كُلُّ خَنَدَقٍ أَبْعَدُ حَتَّى يَبْلُغَ الْحَافِظَيْنِ. (المعجم الاوسط للطبرانی: ج 5 ص 279 رقم 7326)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنا دیں گے، ایک خندق کی مسافت آسمان و زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔

فائدہ: سبحان اللہ! ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی کیا فضیلت ہوگی؟ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو رمضان کی مبارک گھڑیوں میں اعتکاف کرتے ہیں اور مذکورہ فضیلت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمَعْتَكَفِ هُوَ

يَعْكُفُ الذُّنُوبَ، وَيَجْزِي لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا.

(سنن ابن ماجہ: باب فی ثواب الاعتکاف ص 128)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی تمام نیکیاں اسی طرح لکھی جاتی رہتی ہیں جیسے وہ ان کو خود کرتا رہا ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں اعتکاف کے فوائد میں سے دو بیان کیے گئے ہیں:

- (1) معتکف جتنے دن اعتکاف کرے گا اتنے دن گناہوں سے بچا رہے گا۔
- (2) جو نیکیاں وہ باہر کرتا تھا مثلاً مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت، غرباء کی امداد، علماء کی مجالس میں حاضری وغیرہ، اعتکاف کی حالت میں اگرچہ ان کاموں کو نہیں کر سکتا لیکن اس قسم کے اعمال کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

مَنْ اعْتَكَفَ اِثْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

(کنز العمال: کتاب الصوم، الفصل السابع فی الاعتکاف ولیلۃ القدر، ج 8 ص 244)

ترجمہ: جس نے اللہ کی رضا کیلئے ایمان و اخلاص کے ساتھ اعتکاف کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

فائدہ: اس حدیث میں اعتکاف کرنے پر جن گناہوں کی معافی کا وعدہ کیا گیا ہے ان

سے مراد گناہ صغیرہ ہیں، کیونکہ گناہ کبیرہ کی معافی کیلئے توبہ شرط ہے۔ اعتکاف کرنے والا جب مبارک ساعات میں خدا تعالیٰ کے حضور گڑ گڑاتا ہے، آہ و بکا کرتا ہے اور اپنے سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرتے ہوئے آئندہ نہ کرنے کا عزم کرتا ہے تو یقینی بات ہے اس کے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں، اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے ارشاد مبارک میں گناہوں سے مراد کبیرہ بھی ہو سکتے ہیں جن کی معافی اعتکاف میں ہوتی ہے۔ لہذا اعتکاف کو چاہیے کہ توبہ واستغفار کا ضرور اہتمام کیا کرے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ تَحَرُّوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

(صحیح البخاری: باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ج 1 ص 270)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری راتوں میں تلاش کیا کرو۔

فائدہ: اعتکاف سے مقصود لیلۃ القدر کو پانا ہے جس کی فضیلت ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔ نیز اس حدیث میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کیلئے آخری عشرہ کا اہتمام بتایا گیا ہے جو دیگر احادیث کی رو سے اس عشرہ کی طاق راتیں ہیں۔ لہذا بہتر تو یہی ہے کہ اس آخری عشرہ کی ساری راتوں میں بیداری کا اہتمام کرنا چاہیے ورنہ کم از کم طاق راتوں کو تو ضرور عبادت میں گزارنا چاہیے۔

چند ضروری مسائل:

ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں کیا جانے والا اعتکاف ”سنت مؤکدہ علی الکفایہ“ ہے، یعنی بڑے شہروں کے محلے کی کسی ایک مسجد میں اور گاؤں دیہات کی پوری بستی کی کسی ایک مسجد میں کوئی ایک آدمی بھی اعتکاف کرے گا تو سنت سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔ اگر کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے۔ اس اعتکاف کے چند مسائل یہ ہیں:

مسئلہ 1: رمضان کے سنت اعتکاف کا وقت بیسواں روزہ پورا ہونے کے دن غروب

آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور عید کا چاند نظر آنے تک رہتا ہے۔ معتکف کو چاہیے کہ وہ بیسویں دن غروبِ آفتاب سے پہلے اعتکاف والی جگہ پہنچ جائے۔

مسئلہ 2: جس محلے یا بستی میں اعتکاف کیا گیا ہے، اس محلے اور بستی والوں کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی اگرچہ اعتکاف کرنے والا دوسرے محلے کا ہو۔

مسئلہ 3: آخری عشرے کے چند دن کا اعتکاف، اعتکافِ نفل ہے، سنت نہیں۔

مسئلہ 4: عورتوں کو مسجد کے بجائے اپنے گھر میں اعتکاف کرنا چاہیے۔

مسئلہ 5: سنت اعتکاف کی دل میں اتنی نیت کافی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں۔

مسئلہ 6: کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف بٹھانا جائز نہیں۔

مسئلہ 7: مسجد میں ایک سے زائد لوگ اعتکاف کریں تو سب کو ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ 8: مسنون اعتکاف کی نیت بیس تاریخ کے غروبِ شمس سے پہلے کر لینی چاہیے، اگر کوئی شخص وقت پر مسجد میں داخل ہو گیا لیکن اس نے اعتکاف کی نیت نہیں کی اور سورج غروب ہو گیا تو پھر نیت کرنے سے اعتکاف سنت نہیں ہوگا۔

مسئلہ 9: اعتکافِ مسنون کے صحیح ہونے کیلئے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں:

1: مسلمان ہونا

2: عاقل ہونا

3: اعتکاف کی نیت کرنا

4: مرد کا مسجد میں اعتکاف کرنا

5: مرد اور عورت کا جنابت یعنی غسل واجب ہونے والی حالت سے پاک ہونا

(یہ شرط اعتکاف کے جائز ہونے کیلئے ہے لہذا اگر کوئی شخص حالت جنابت میں اعتکاف

شروع کر دے تو اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن یہ شخص گناہگار ہو گا)

6: عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا

7: روزے سے ہونا (اگر اعتکاف کے دوران کوئی ایک روزہ نہ رکھ سکے یا کسی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے تو مسنون اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا۔)

10: جس شخص کے بدن سے بدبو آتی ہو یا ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے لوگ تنگ ہوتے ہوں تو ایسا شخص اعتکاف میں نہ بیٹھے البتہ اگر بدبو تھوڑی ہو جو خوشبو وغیرہ سے دور ہو جائے اور لوگوں کو تکلیف نہ ہو، تو جائز ہے۔

اعتکاف کی حالت میں جائز کام:

کھانا پینا (بشرطیکہ مسجد کو گند نہ کیا جائے)، سونا، ضرورت کی بات کرنا، اپنا یا دوسرے کا نکاح یا کوئی اور عقد کرنا، کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، تیل لگانا، کنگھی کرنا (بشرطیکہ مسجد کی چٹائی اور قالین وغیرہ خراب نہ ہوں)، مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا نسخہ لکھنا یا دوا بتا دینا لیکن یہ کام بغیر اجرت کے کرے تو جائز ہیں ورنہ مکروہ ہیں، برتن وغیرہ دھونا، ضروریات زندگی کیلئے خرید و فروخت کرنا بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے، کیونکہ مسجد کو باقاعدہ تجارت گاہ بنانا جائز نہیں۔ عورت کا اعتکاف کی حالت میں بچوں کو دودھ پلانا۔ معتکف کا اپنی نشست گاہ کے ارد گرد چادریں لگانا۔ معتکف کا مسجد میں اپنی جگہ بدلنا۔ بقدر ضرورت بستر، صابن، کھانے پینے کے برتن، ہاتھ دھونے کے برتن اور مطالعہ کیلئے دینی کتب مسجد میں رکھنا۔

ممنوعات و مکروہات:

بلا ضرورت باتیں کرنا۔ اعتکاف کی حالت میں فحش یا بے کار اور جھوٹے قصے کہانیوں یا اسلام کے خلاف مضامین پر مشتمل لٹریچر، تصویر دار اخبارات و رسائل یا

اخبارات کی جھوٹی خبریں مسجد میں لانا، رکھنا، پڑھنا، سننا۔ ضرورت سے زیادہ سامان مسجد میں لا کر بکھیر دینا۔ مسجد کی بجلی، گیس اور پانی وغیرہ کا بے جا استعمال کرنا۔ مسجد میں سگریٹ و حقہ پینا۔ اجرت کے ساتھ حجامت بنانا اور بنوانا، لیکن اگر کسی کو حجامت کی ضرورت ہے اور بغیر معاوضہ کے بنانے والا میسر نہ ہو تو ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ حجامت بنانے والا مسجد سے باہر رہے اور معتکف مسجد کے اندر۔

حاجاتِ طبعیہ:

پیشاب، پاخانہ اور استنجے کی ضرورت کیلئے معتکف کو باہر نکلنا جائز ہے، جن کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

1. پیشاب، پاخانہ کیلئے قریب ترین جگہ کا انتخاب کرنا چاہیے۔
2. اگر مسجد سے متصل بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے تو وہیں ضرورت پوری کرنی چاہیے اور اگر ایسا نہیں ہے تو دور جاسکتا ہے، چاہے کچھ دور جانا پڑے۔
3. اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو انتظار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ فارغ ہونے کے بعد ایک لمحہ بھی وہاں ٹھہرنا جائز نہیں۔
4. قضاء حاجت کیلئے جاتے وقت یا واپسی پر کسی سے مختصر بات چیت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کیلئے ٹھہرنا نہ پڑے۔

رمضان المبارک کی برکتیں سمیٹنے کے لیے اعتکاف کریں

”اعتکاف کو رس“

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن رحمۃ اللہ علیہ

تالیف:

03342028787 03216353540

رابطہ:

خواتین کا اعتکاف

بعض لوگ دینی معاملات میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور مرد و عورت کو مساجد، عید گاہوں اور اعتکاف میں اکٹھا کر دیا۔ انگریز نے دنیاوی لبادہ اوڑھ کر مرد و عورت میں تفریق کو ختم کیا اور غیر مقلدین نے دینی لبادہ اوڑھ کر مرد و عورت کے درمیان تفریق کو ختم کر دیا۔

حالانکہ مرد و عورت کے طریقہ عبادت میں فرق کا ہونا عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے۔

عبادات دو طرح کی ہیں: 1: بدنیہ، 2: مالیہ

مرد و عورت کے چونکہ مال میں فرق نہیں یعنی نصاب زکوٰۃ، شرائط زکوٰۃ وغیرہ میں، اس لیے عبادات مالیہ میں بھی فرق نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جب مرد و عورت کے جسم کی ساخت میں فرق ہے تو لامحالہ ان کی عبادات بدنیہ میں فرق ہو گا۔

چند مثالیں:

1: مرد رمضان کے پورے روزے رکھتا ہے جب کہ عورت مخصوص ایام میں روزے نہیں رکھتی۔

2: وجوب حج نصاب تو ایک ہے لیکن مرد اکیلا جاسکتا ہے جب کہ عورت کے لیے محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔

3: احرام کے کپڑوں میں فرق ہے۔

4: مرد تلبیہ اونچی آواز سے کہتا ہے جب کہ عورت آہستہ آواز سے کہتی ہے۔

5: طواف کے دوران مرد رمل یعنی اکڑ کر چلتا ہے جب کہ عورت میانہ رفتار سے چلتی ہے۔

6: مرد احرام کی چادر بازو کے نیچے سے نکالتا ہے جب کہ عورت کے لیے اس طرح کرنا جائز نہیں۔

7: دوران سعی مرد کو دوڑنا چاہیے جب کہ عورت کو نہیں دوڑنا چاہیے۔

8: مرد کے لیے حلق [سر منڈانا] افضل ہے جب کہ عورت کے لیے حلق جائز نہیں ہے۔

9: مرد و عورت کی شرعی حدود میں فرق ہے۔

10: مرد عورت کے کفن و دفن میں فرق ہے۔

یہ فروق بدن کی ساخت اور پردے کی وجہ سے ہیں۔ اعتکاف بھی چونکہ بدنی عبادت ہے اس لیے اس میں بھی فرق ہونا چاہیے اور یہ فرق قرآن و حدیث اور عمل متواتر سے ثابت ہے۔ اس لیے فقہاء نے قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ لکھا ہے کہ مرد کے لیے اپنے محلے کی مسجد میں اعتکاف کرنا اور عورت کے لیے اپنے گھر کی مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔ (الہدایہ: ج 1 ص 209)

قرآن کریم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ

(سورۃ البقرہ: 187)

ترجمہ: اور تم مسجدوں میں اعتکاف کیا کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابو بکر الجصاص م 370ھ فرماتے ہیں:

وأما شرط اللبث في المسجد فإنه للرجال خاصة دون النساء.

(احکام القرآن للجصاص: ج 1 ص 333)

ترجمہ: مسجد میں ٹھہرنے کی شرط (اعتکاف کے لیے) صرف مردوں کے لیے نہ کہ عورتوں کے لیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کروں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی (کہ وہ بھی اعتکاف کریں گی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے بھی اجازت دلا دو، انہوں نے اجازت دلا دی۔ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (خدام کو خیمہ لگانے کا) حکم دے دیا۔ چنانچہ ان کا بھی خیمہ لگا دیا گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر اپنے خیمے کی طرف تشریف لے گئے تو بہت سارے خیموں کو دیکھ کر فرمانے لگے: یہ خیمے کیسے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن نے لگائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا انہوں نے اس سے نیکی کا ارادہ کیا ہے؟ اب میں اعتکاف نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف سے باہر تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر گزار چکے تو سوال کے مہینے میں دس دن اعتکاف کیا۔

(صحیح البخاری: ج 1 ص 274 باب من أراد أن يعتكف ثم بدله أن يخرج)

قارئین کرام! اس حدیث مبارک سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہیے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے خیمے لگ جانے کے بعد اکھاڑنے کا حکم نہ دیتے۔

لیلۃ القدر... فضائل و مسائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 270 باب فضل لیلۃ القدر)

جس شخص نے ایمان کی حالت میں خلوص نیت سے لیلۃ القدر میں عبادت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔
لیکن اس فضیلت کے حصول کے لیے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے 2 شرطیں ذکر کی ہیں:

1: عبادت کرنے والا مومن ہو یعنی عقیدہ صحیح ہو، اگر عقیدہ ہی غلط ہو تو ایک لیلۃ القدر نہیں ہزار لیلۃ القدر بھی عبادت کرتا رہے تو وہ محروم ہی رہے گا۔ کیونکہ عقیدہ اصل اور بنیاد ہے۔ اگر بنیاد ہی درست نہ ہو تو عبادت والی عمارت کیسے کھڑی ہوگی یعنی عقائد اسلام کی بنیاد ہیں اگر ایک عقیدہ بھی غلط ہو گیا تو گمراہی مقدر بنے گی۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اس رات کی برکت حاصل کرنے کے لیے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کو اپنائیں اور لوگوں میں بھی ان عقائد کی محنت کریں۔

2: عبادت کرنے والے کی نیت درست ہو، اگر نیت میں ریا، دکھلاوا آگیا تو رات بھر جاگنا اور عبادت کرنا کسی کام کا نہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں اور اس طرح کی احادیث میں جو عبادت پر گناہوں کی معافی کا تذکرہ ہے اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں باقی کبیرہ گناہ کی معافی کے لیے توبہ اور

حقوق العباد والے گناہوں کی معافی کے لیے ان حقوق کی ادائیگی یا پھر صاحب حق سے معافی ضروری ہے صرف عبادت سے وہ کبھی معاف نہ ہوں گے۔

لیلة القدر کون سی رات ہے؟

عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان۔ (صحیح بخاری ج 1 ص 270)

ترجمہ: لیلة القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ یعنی، 21، 23، 25، 27، 29 کی راتوں میں تلاش کرو۔ اسی طرح کی ایک حدیث مسند احمد (ج 16 ص 399 رقم 22612) میں بھی ہے جس میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلة القدر کے متعلق سوال کیا کہ وہ کون سی رات ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

لیلة القدر کی مخصوص دعا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے یوں دعا مانگنا: اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔ (سنن ابن ماجہ ص 274 باب الدعاء بالعفو والعافیۃ)

ترجمہ: اے پروردگار آپ بہت معاف فرمانے والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند بھی فرماتے ہیں مولائے کریم مجھے معاف فرمادیں۔

لیلة القدر میں فضول کاموں سے بچیں:

اتنی بابرکت رات میں بھی امت کے بہت سارے افراد اعتدال کا دامن چھوڑ کر افراط و تفریط کر کے عتاب کے مستحق بنتے ہیں: مساجد پر چراغاں کرنا، اہتمام کے ساتھ اعلانات کر کے مساجد میں باجماعت صلوٰۃ التَّسْبِیْح ادا کرنا۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس رات اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اس کو ذریعہ بخشش بنائے۔

قضاے عمری کا مسئلہ

قرآن کریم کے پانچویں پارے میں سورۃ نساء کی آیت نمبر 103 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا** اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر نماز کو مقررہ اوقات میں فرض کیا ہے۔ اس لیے اپنے وقت پر نماز کو ادا کرنا ضروری ہے، ہاں اگر کبھی کبھار کسی عذر، بیماری یا کسی مجبوری کی وجہ سے نماز وقت میں ادا نہ کر سکیں تو شریعت نے اس عبادت کی اہمیت کے پیش نظر اسے بعد میں ادا کرنے کا سختی سے حکم دیا ہے۔ آج کل تساہل پسندی کا زمانہ ہے، اول تو بہت سے مسلمان نماز ادا ہی نہیں کرتے، اگر کبھی پڑھ بھی لیں تو شرائط و آداب کا بالکل خیال نہیں کرتے اور خشوع خضوع سے خالی نماز محض اٹھک بیٹھک کا نمونہ پیش کرتی ہے اور بس۔

چاہیے تو یہ تھا کہ مسلمان اہم العبادات (نماز) کے چھوٹ جانے پر نادم ہوتے، توبہ تابہ ہوتے، اور شریعت کے حکم کے مطابق اپنی قضاء شدہ نمازوں کو جلد ادا کرتے۔ افسوس صد افسوس کہ بعض دین کے ٹھیکے داروں نے اپنی کم علمی اور کوتاہ فہمی سے اس معاملے کو بھی اپنی اوٹ پٹانگ خواہشات کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ افراط تفریط کا شکار ہو کر رہ گئے۔

ایک گروہ نے یہ نظریہ بنا لیا کہ قضاء شدہ نمازوں کو ادا کرنے کی ضرورت نہیں محض توبہ ہی سے کام چلا لیا جائے۔ جبکہ دوسری طرف بعض اہل بدعت نے اس عبادت کا حلیہ بگاڑتے ہوئے یہ حل نکالا کہ ساری زندگی کی نمازیں ادا کرنا بہت دشوار ہے اس لیے رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو قضاے عمری کے نام سے ایک نئی نماز

ایجاد کی اور یہ کہا کہ صرف چار رکعتوں کو مخصوص طریقے سے ادا کر لینے سے ساری عمر کی نمازیں ادا ہو جائیں گی۔

اس طبقہ فکر کے افراد رمضان المبارک میں اس مخصوص نماز کے جھوٹے میسجز پھیلاتے ہیں، جس کی وجہ سے امت کا ایک بہت بڑا طبقہ ان کے فریب کا شکار ہو جاتا ہے، عام سادہ لوح مسلمان بھی اسے صحیح سمجھ کر اپنی زندگی بھر کی نمازیں ادا نہیں کرتے اور اس نماز کو پڑھ لینے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں قضاء شدہ نمازوں کو ادا کرنے کی ضرورت بھی نہیں رہی۔

جبکہ اہل السنۃ والجماعت کا نظریہ بالکل الگ ہے وہ یہ ہے کہ قضاء شدہ نمازیں نہ تو محض توبہ سے ذمہ سے ساقط ہوتی ہیں اور نہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو چار رکعات کی مخصوص نماز کو ادا کر لینے سے ساری نمازیں ادا ہوتی ہیں۔ بلکہ قضاء شدہ نمازوں کو ادا کرنا ضروری ہے۔ چند دلائل پیش خدمت ہیں۔

احادیث مبارکہ:

1: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ من نسی صلاة فليصل اذا ذكرها لا كفارة لها الا ذلك.

(صحیح بخاری ج 1 ص 84 باب من نسی صلاة)

ترجمہ: جو شخص نماز کو (اپنے وقت پر پڑھنا) بھول جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ جب بھی اس کو یاد آئے (کہ اس نے فلاں نماز نہیں پڑھی) تو اسے چاہیے کہ وہ نماز پڑھے اس کے علاوہ اس کا کوئی کفارہ نہیں۔

2: جبکہ صحیح مسلم میں کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے:

عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً

أَوْ تَأْمَرَ عَنْهَا فَكَفَّارُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا۔ (صحیح مسلم: ج 1 ص 27)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب یاد آجائے تو نماز پڑھ لے۔

3: امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ایک روایت لائے ہیں: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل یزید عن الصلوة او یغفل عنها قال: کفار تھا ان یصلیہا اذا ذکرھا۔ (سنن نسائی ج 1 ص 100 باب فی من نام عن صلوة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو نماز کے وقت میں سو جائے یا غفلت کی وجہ سے چھوڑ دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب بھی اسے اپنی قضاء شدہ نماز یاد آئے تو وہ اسے پڑھ لے۔

اقوال صحابہ:

1: امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب موطا امام مالک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں:

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلَمْ يَذْكُرْهَا إِلَّا وَهُوَ مَعَ الْإِمَامِ فَإِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ فَلْيُصَلِّ الصَّلَاةَ الَّتِي نَسِيَ ثُمَّ لِيُصَلِّ بَعْدَهَا الْآخَرَى۔ (موطا امام مالک: ۱۵۵)

ترجمہ: حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے، پھر امام کے ساتھ نماز پڑھتے وقت اس کو اپنی چھوٹی ہوئی قضاء نماز یاد آجائے تو جب امام سلام پھیرے تو اس کو چاہئے کہ پہلے

وہ بھولی ہوئی قضاء نماز پڑھے پھر اس کے بعد دوسری نماز پڑھے۔

2: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں حضرت ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود کی ایک روایت نقل کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ إِنَّ الْمَشْرُكِينَ شَغَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْحَنْدَقِ حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَنَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ. (جامع ترمذی ص 43)

حضرت ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوہ حندق والے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے روک دیا تھا یہاں تک رات کا کچھ حصہ گزر گیا، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان دی اور پھر اقامت کہی، پس ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو مغرب کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عشاء کی نماز پڑھی۔

اقوال فقہاء:

1: امام بخاری حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

وقال ابراهيم من ترك صلاة واحدة عشرين سنة لم يعد الا تلك الصلوة الواحدة. (صحیح بخاری ج 1 ص 84)

جس شخص نے ایک نماز چھوڑ دی تو (اگرچہ) بیس سال بھی گزر جائیں تو وہ شخص اسی اپنی قضاء شدہ نماز کو ادا کرے۔

2: امام ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فألاصل فيه ان كل صلوة فأتت عن الوقت بعد ثبوت وجوبها فيه فإنه يلزم قضاءؤها. سواء تركها عمدا أو سهوا أو بسبب نوم وسواء كانت الفوائت قليلة أو كثيرة. (بحر الرائق ج 2 ص 141)

ترجمہ: اصول یہ ہے کہ ہر وہ نماز جو کسی وقت میں واجب ہونے کے بعد رہ گئی ہو، اس کی قضاء لازم ہے خواہ انسان نے وہ نماز جان بوجھ کر چھوڑی ہو یا بھول کر، یا نیند کی وجہ سے نماز رہ گئی ہو۔ چھوٹ جانے والی نمازیں زیادہ ہوں یا کم ہوں۔ (بہر حال قضا لازم ہے۔)

3: مشہور شارح مسلم علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فِيهِ وَجُوب قَضَاءِ الْفَرِيضَةِ الْفَائِتَةِ سَوَاءَ تَرَكَهَا بِعَذْرِ كَنُومٍ وَنَسْيَانٍ أَوْ بِغَيْرِ عَذْرٍ (شرح مسلم للنووي: ج 1 ص 231)

ترجمہ: جس شخص کی نماز فوت ہو جائے اس کی قضاء اس پر ضروری ہے خواہ وہ نماز کسی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہو جیسے نیند، اور بھول یا بغیر عذر کے چھوٹ گئی ہو۔

4: امام جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وهذا الذي ورد به الأثر من إيجاب قضاء الصلاة المنسية عند الذكرا خلاف بين الفقهاء فيه. وقد روى عن بعض السلف فيه قول شاذ ليس العمل عليه. (أحكام القرآن للجصاص: ج 3 ص 288)

ترجمہ: یہ جو اثر بھولے سے نماز قضاء کے ادا کرنے پر ہے یاد آنے پر اس کی قضاء میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور جو بعض سلف سے قول مروی ہے وہ شاذ ہے اس پر عمل نہیں۔

5: صاحب رحمۃ الامۃ فرماتے ہیں: واتفقوا على وجوب قضاء الفوائت.

(رحمۃ الامامۃ: 146)

ترجمہ: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء کرنا ضروری ہے۔
نوٹ: احناف کی طرح دیگر ائمہ کرام کے مقلدین کا بھی قرآن و سنت کی روشنی میں یہی موقف ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں:

- 6: امام مالک رحمہ اللہ کے مقلدین کا مذہب..... المدونۃ الکبریٰ ج 1 ص 215
7: امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلدین کا مذہب..... فتح الجواد ج 1 ص 223
8: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلدین کا مذہب... الانصاف ج 1 ص 442
جلیل القدر محدث کا دو ٹوک فیصلہ:

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدیث "من قضی صلاة من الفرائض فی آخر جمعة من شهر رمضان کان ذالک جابرا للکل صلاة فائتة فی عمره الی سبعین سنة باطل قطعاً لانه مناقض للاجماع علی ان شیئاً من العبادات لا یقوم مقام فائتة سنوات۔
(الموضوعات الکبریٰ ص 356)

ترجمہ: یہ روایت کہ جو شخص رمضان کے آخری جمعہ میں ایک فرض نماز قضاء پڑھ لے تو ستر سال تک اس کی عمر میں جتنی نمازیں چھوٹی ہوں گی ان سب کی ادائیگی ہو جائے گی یہ روایت قطعی طور پر باطل ہے اس لیے کہ یہ حدیث اجماع کے خلاف ہے۔ جبکہ اجماع اس پر ہے کہ کوئی بھی عبادت سالہا سال کی چھوٹی ہوئی نمازوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

نوٹ: فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قضاء شدہ نمازوں میں سے صرف فرض نمازوں اور وتروں کو ادا کیا جائے سنتوں اور نوافل کی قضاء نہیں کی جائے گی۔

صدقۃ الفطر فضائل و مسائل

صدقۃ الفطر کا نصاب:

جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونایا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں کا یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد و عورت پر صدقۃ الفطر ادا کرنا واجب ہے۔ (الجوهرة النيرة: ج 1 ص 160، باب من یجوز دفع الصدقة الیه ومن لا یجوز) یاد رہے کہ وہ اشیاء جو ضرورت و حاجت کی نہ ہوں بلکہ محض نمود و نمائش کی ہوں یا گھروں میں رکھی ہوئی ہوں اور سارا سال استعمال میں نہ آتی ہوں تو وہ بھی نصاب میں شامل ہوں گی۔ (بدائع الصنائع: ج 2 ص 158)

ادائیگی کا وقت:

صدقۃ فطر کی ادائیگی کا اصل وقت عید الفطر کے دن نماز عید سے پہلے ہے، البتہ رمضان کے آخر میں کسی بھی وقت ادا کیا جاسکتا ہے۔ (نور الانوار: ص 56)

صدقۃ فطر کی مقدار:

صدقۃ فطر کھجور، کشمش یا جو کی صورت میں دیا جائے تو ایک صاع کی مقدار دینا چاہیے اور گندم کی صورت میں دیں تو نصف صاع دیا جائے گا۔

(الاختیار لتعلیل المختار: ج 1 ص 123، 124 باب صدقۃ الفطر)

ایک صاع کی مقدار ساڑھے تین سیر اور نصف صاع کی مقدار پونے دو سیر

ہے۔ (اوزان شرعیہ از مفتی محمد شفیع: ص 34، 38 ملخصاً)

صدقہ کے مصارف:

- 1: صدقہ فطر کے مستحق ایسے غریب حضرات ہیں جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے۔
(الدر المختار: ج 3 ص 379 باب صدقہ الفطر)
- 2: صدقہ فطر ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی اسی طرح بیٹا بیٹی، پوتا پوتی اور نواسا نواسی کو دینا درست نہیں ہے۔ ایسے ہی بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو اپنا صدقہ فطر نہیں دے سکتا۔
(تحفۃ الفقہاء: ج 1 ص 303 باب من یوضع فیہ الصدقۃ)
- 3: ان رشتہ داروں کے علاوہ مثلاً بھائی بہن، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی، چچا چچی، پھوپا پھوپی، خالہ خالو، ماموں ممانی، سرسرساں، سالہ بہنوئی، سوتیلی ماں سوتیلیا باپ ان سب کو صدقہ فطر دینا درست ہے بشرطیکہ یہ غریب اور مستحق ہوں۔
(المحرر الرائق: ج 2 ص 425 کتاب الزکوٰۃ - باب مصرف الزکوٰۃ)

صدقہ فطر کے متفرق مسائل:

- 1: اگر عورت صاحب نصاب ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے، مگر عورت پر کسی اور کی طرف سے فطرانہ نکالنا ضروری نہیں ہے، نہ بچوں کی طرف سے، نہ ماں باپ کی طرف سے، نہ شوہر کی طرف سے۔
(رد المختار: ج 3 ص 370 باب صدقہ الفطر، الاختیار لتعلیل المختار: ج 1 ص 123 باب صدقہ الفطر)
- 2: مردوں پر جس طرح اپنی طرف سے صدقہ فطر دینا ضروری ہے، اس طرح نابالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے۔ والدین، بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے دینا واجب نہیں۔
(الاختیار لتعلیل المختار: ج 1 ص 123 باب صدقہ الفطر)

اسی طرح بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کی طرف سے بھی ادا کرنا واجب نہیں اگرچہ وہ اس کے عیال داری میں کیوں نہ رہتے ہوں۔

(فتاویٰ عالمگیری: ج 1 ص 212 الباب الثامن فی صدقۃ الفطر)

البتہ اگر بالغ لڑکا یا لڑکی مجنون ہو تو اس کی طرف سے اس کے والد صدقہ فطر ادا کریں گے۔ (ردالمحتار: ج 3 ص 368 باب صدقۃ الفطر)

3: اگر گندم کے علاوہ کوئی اور غلہ باجرہ چاول وغیرہ دیا جائے تو اس میں گندم کی قیمت کا اعتبار ہو گا یعنی جس قدر پونے دو کلو گندم کی قیمت ہو اتنی رقم کا غلہ دیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج 5 ص 172)

4: جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب، دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج 5 ص 172)

مرکز اہل السنۃ والجماعت (رجسٹرڈ) سرگودھا

☆ شعبہ حفظ و ناظرہ قرآن کریم

☆ شعبہ کتب (درس نظامی)

☆ شعبہ تخصص فی تحقیق والدعوۃ (ایک سالہ برائے فارغ التحصیل علماء کرام)

☆ تحقیق المسائل کورس (ماہانہ تین دن)

☆ دورہ تحقیق المسائل (سالانہ بارہ روزہ)

☆ احناف ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

نوٹ: ان تمام دینی، علمی، اصلاحی، مسکنی اور رفاهی شعبہ جات میں تعاون کریں۔

اکاونٹ نمبر: 14010100725862 بنام محمد الیاس، میزبان بینک سرگودھا

نماز عید

عیدین کی نماز دو رکعت ہے جو چھ زائد تکبیروں کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قرأت سے پہلے تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین زائد تکبیریں کہہ کر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ پہلی رکعت میں تین زائد تکبیرات چونکہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ثناء کے متصل بعد کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں یہ تکبیرات کہہ کر متصل رکوع کی تکبیر کہی جاتی ہے، اس لیے اس اتصال کی وجہ سے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ مل کر یہ تکبیرات چار ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر سے مل کر چار۔ گویا ہر رکعت میں چار تکبیرات شمار ہوں گی۔ بعض روایات میں پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ، تین زائد تکبیرات اور رکوع کی تکبیر کو ملا کر پانچ اور دوسری رکعت میں تین زائد تکبیرات اور رکوع کی تکبیر کو ملا کر چار بتایا گیا ہے اور مجموعی طور پر نو تکبیرات شمار کی گئی ہیں۔ دونوں صورتوں میں زائد تکبیرات چھ ہی بنتی ہیں۔

1: عَنْ الْقَاسِمِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ فَكَتَبَ أَرْبَعًا وَأَرْبَعًا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ حِينَ انْصَرَفَ فَقَالَ لَا تَنْسُوا كِتَابَتِكُمُ الْجَنَائِزِ وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ وَقَبَضَ ابْتِهَامَهُ.

ترجمہ: ابو عبد الرحمن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو چار چار تکبیریں کہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: بھول نہ

جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح (چار) ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی انگلیوں کا اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا۔

2: عَنْ مَكْحُولٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو عَائِشَةَ جَلِيسٌ لِابْنِ هُرَيْرَةَ: أَنَّ سَعِيدَ بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ وَحَدِيثَهُ بَنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حَدِيثُهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَدَقَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى كَذَلِكَ كُنْتُ أَكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ حَبِطُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 170 باب التکبیر فی العیدین، السنن الکبریٰ للبیہقی ج 3 ص 289)

ترجمہ: حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ کے ہم نشین ابو عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا چار تکبیریں کہتے تھے، جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ (حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) سچ کہتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب میں بصرہ کا گورنر تھا تو وہاں بھی اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔

3: عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَا كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَالِسًا وَعِنْدَهُ حَدِيثُهُ وَأَبُو مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَسَأَلَهُمَا سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ التَّكْبِيرِ فِي الصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى فَجَعَلَ هَذَا يَقُولُ: سَلْ هَذَا وَهَذَا يَقُولُ: سَلْ هَذَا حَتَّى قَالَ لَهُ حَدِيثُهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَلْ هَذَا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ

فَيَكْبَرُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَاءَةِ.

(العم الكبير للطبرانی ج 4 ص 593 رقم 9402، مصنف عبد الرزاق ج 3 ص 167، رقم 5704)

ترجمہ: علقمہ اور اسود بن یزید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو ان سے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی تکبیروں کے متعلق سوال کیا۔ حضرت حذیفہ نے کہا: ان (حضرت ابو موسیٰ) سے پوچھو، اور حضرت ابو موسیٰ نے کہا: ان (حضرت حذیفہ) سے پوچھو، پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مسئلہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نمازی چار تکبیریں (ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائدہ) کہے، پھر قراءت کرے، پھر تکبیر کہ کر رکوع کرے دوسری رکعت میں تکبیر کہے، پھر قراءت کرے، پھر قراءت کے بعد چار تکبیریں کہے۔ (تین تکبیرات زائدہ اور ایک تکبیر رکوع کے لیے)

4: عَنْ كُرْدُويسَ قَالَ: أَرْسَلَ الْوَلِيدُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَحَذِيفَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا عَبْدُ الْمُسْلِمِينَ، فَكَيْفَ الصَّلَاةُ؟ فَقَالُوا: سَلْ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: يَقُومُ فَيَكْبَرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةَ مِنَ الْمَفْضَلِ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَرْكَعُ فَيَتْلُو خَمْسَ ثُمَّ يَقُومُ فَيَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةَ مِنَ الْمَفْضَلِ ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا يَرْكَعُ فِي آخِرِهِنَّ فَيَتْلُو تِسْعَ فِي الْعِيدَيْنِ فَمَا أَنْكَرَهُ وَاحِدٌ مِنْهُمْ.

(العم الكبير للطبرانی ج 4 ص 392، 393 رقم الحديث 9400)

ترجمہ: حضرت کردوس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابو مسعود اور حضرت ابو

موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس تہائی رات گزرنے کے بعد پیغام بھیجا کہ یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے، اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے؟ ان سب نے کہا: ابو عبد الرحمن یعنی عبد اللہ بن مسعود سے پوچھو۔ چنانچہ قاصد نے ان سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر چار تکبیریں (ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائدہ) کہے۔ پھر سورۃ الفاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، یہ پانچ تکبیریں ہوں گی۔ پھر (دوسری رکعت میں) کھڑے ہو کر سورت فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر چار تکبیریں کہے جن میں سے آخری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں یہ نو تکبیریں بنتی ہیں۔ ان سب حضرات میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ [جو کہ ان حضرات کی طرف سے زبردست تائید ہے کہ یہی طریقہ صحیح ہے]

5: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تکبیرات جنازہ کے چار ہونے پر تمام صحابہ اور کا اتفاق ہوا۔ حدیث کے الفاظ ہیں: فَاجْمَعُوا أَمْرَهُمْ عَلَى أَنْ يَجْعَلُوا التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَائِزِ مِثْلَ التَّكْبِيرِ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ۔ (شرح معانی الآثار ج 1 ص 319 باب التکبیر علی الجنائز کم ہو؟)

ترجمہ: تو انہوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی چار تکبیروں کی طرح جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں۔

6: عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فِي الْأُولَى خَمْسُ تَكْبِيرَاتٍ بِتَكْبِيرَةِ الرَّغْعَةِ وَبِتَكْبِيرَةِ الْإِسْتِفْتَا ح وَفِي الرَّغْعَةِ الْأُخْرَى أَرْبَعَةٌ بِتَكْبِيرَةِ الرَّغْعَةِ

(مصنف عبد الرزاق: ج 3 ص 166 رقم الحديث 5702 باب التکبیر فی صلوة العید)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز عید کی پہلی

رکعت میں رکوع اور تحریمہ کی تکبیر کو ملا کر پانچ تکبیریں ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع والی تکبیر کو ملا کر چار تکبیریں بنتی ہیں [خلاصہ یہ کہ ہر رکعت میں زائد تکبیروں کی تعداد تین ہے]

7: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي الْعِيدِ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ ثُمَّ قَامَ فِي الثَّانِيَةِ فَقَرَأَ ثُمَّ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ. (سنن الطحاوی: ج 2 ص 372 باب التکبیر علی الجنائز کم هو؟)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن الحارث نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے چار تکبیریں کہیں، پھر قراءت کی، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر جب آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قراءت کی پھر تین تکبیریں کہیں، پھر (چوتھی) تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

تکبیرات عیدین میں رفع یدین:

نماز عیدین میں تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کیا جاتا ہے:

دلیل نمبر 1:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: تَرْفَعُ الْيَدَيْنِ فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَفِي التَّكْبِيرِ لِلْقُنُوتِ فِي الْوُثْرِ وَفِي الْعِيدَيْنِ وَعِنْدَ اسْتِلَاحِ الْحَجَرِ وَ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَبَجَنَجٍ وَعَرَفَاتٍ وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَبَرَتَيْنِ.

(سنن الطحاوی: ج 1 ص 417 باب رفع الیدین عند رویۃ البیت)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سات جگہوں میں رفع یدین کیا جاتا ہے۔ (۱) نماز کے شروع میں (۲) نماز وتر میں قنوت کے وقت (۳) عیدین میں (۴) حجر اسود کو سلام کے وقت، (۵) صفا و مروہ پر، (۶) مزدلفہ

اور عرفات میں (۷) دو جمروں کے پاس ٹھہرتے وقت۔

دلیل نمبر 2:

وَاتَّقُوا عَلَى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَاتِ۔

(مرقاۃ المفاتیح لعلی القاری: ج 3 ص 495 باب صلاة العیدین رحمۃ الامۃ فی اختلاف الامۃ: ص 63)

ترجمہ: فقہاء کرام کا عیدین کی تکبیرات کے رفع یدین پر اتفاق ہے۔

دلیل نمبر 3:

وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُ يُرْفَعُ الْيَدَانِ فِي تَكْبِيرِ الْقُنُوتِ وَتَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ

(بدائع الصنائع للکاسانی: ج 1 ص 484، رفع الیدین فی الصلوۃ)

ترجمہ: فقہاء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتروں میں قنوت کی تکبیر اور عیدین کی تکبیرات کے وقت رفع یدین کیا جائے۔

فائدہ: پنجگانہ نمازوں میں رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا ممنوع اور عیدین میں کیا جانے والا رفع یدین مشروع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔

(سورۃ طہ: 14)

ترجمہ: اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

تو نماز کا وہ عمل جو خود ذکر یا مقرون بالذکر (ذکر سے ملا ہوا) ہو تو اس آیت کی رو سے مطلوب ہو گا اور اگر وہ عمل خود ذکر یا مقرون بالذکر نہ ہو تو غیر مطلوب اور قابل ترک ہو گا۔ عیدین والے رفع یدین کے ساتھ ذکر یعنی اللہ اکبر ملا ہوتا ہے اس لیے یہ مطلوب شریعت ہے اور پنجگانہ نمازوں والے مذکورہ رفع یدین میں خالی حرکت ہوتی ہے ذکر نہیں ہوتا، اس لیے یہ غیر مطلوب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

شوال کے چھ روزے

رمضان المبارک کے روزوں اور عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کی احادیث میں بہت فضیلت اور ترغیب آئی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ.

(صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب استقباب صوم ستہ ایام من شوال)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی طرح ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَكَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا.

(مسند احمد: رقم الحدیث 14302)

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔

پہلی حدیث میں شوال کے چھ روزے رکھنے کو ”پورے زمانے کے روزے“

اور دوسری حدیث میں ”پورے سال کے روزے“ رکھنے کی مانند قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان جب رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھتا ہے تو بقاعدہ ”الحسنة بعشر امثالها“ (ایک نیکی کا کم از کم اجر دس گنا ہے) اس ایک مہینے کے روزے دس مہینوں کے برابر بن جاتے ہیں۔ اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے جائیں تو یہ دو مہینے کے روزوں برابر ہو جاتے ہیں، گویا رمضان اور اس کے بعد چھ روزے شوال میں رکھنے والا پورے سال کے روزوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس سے مذکورہ حدیث کا مطلب واضح سمجھ میں آتا ہے کہ ”گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے“، نیز اگر مسلمان کی زندگی کا یہی معمول بن جائے کہ وہ رمضان کے ساتھ ساتھ شوال کے روزوں کو بھی مستقل رکھتا رہے تو یہ ایسے ہے جیسے اس نے پوری زندگی روزوں کے ساتھ گزاری ہو۔ اس توجیہ سے حدیث مذکور کا مضمون ”یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی طرح ہے“ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ لہذا کوشش کرنی چاہیے کہ اس فضیلت کو حاصل کر لیا جائے۔

چند مسائل:

1: اگر کسی کے ذمہ؛ رمضان کے روزے ہوں تو احتیاطاً پہلے ان روزوں کی قضاء کی جائے، بعد میں شوال کے بقیہ دنوں میں ان چھ روزوں کو رکھا جائے۔

(نہایۃ المحتاج: ج 10 ص 310 باب فی صوم التطوع)

2: شوال کے یہ چھ روزے عید کے فوراً بعد رکھنا ضروری نہیں بلکہ عید کے دن کے بعد جب بھی چاہے رکھ سکتے ہیں۔ بس اس بات کا اہتمام کر لیا جائے کہ ان چھ روزوں کی تعداد شوال میں مکمل ہو جانی چاہیے۔

(شرح النقایۃ: ج 2 ص 215 الايام التي يستحب صومها)